33

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

یکم ستمبر 2004ء — 15 رجب المرجب 1425ھ

www.tanzeem.org

علم کی ماہیئت

انسان کا علم ایک ہی ہے اور وہ قوانینِ کائنات کا علم ہے جو ایک سلسلے کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لیکن علم اپنی وحدت کے باوجود دو مختلف راستوں سے انسان تک پہنچتا ہے۔ ایک راستہ نبوت ہے اور دوسرا ذہنی جستجو۔ نبوت سب سے پہلے کائنات کا ایک مجموعی وجدانی تصور پیش کرتی ہے جو علت العلل اور قانونِ قوانین کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر اس تصور کے ماتحت وہ قوانینِ قدرت بیان کرتی ہے جن کا علم انسان کی عملی زندگی کے لئے حد درجہ ضروری ہے۔ جب نبوت اپنے کمال کو پہنچتی ہے تو اس کے بتائے ہوئے قوانینِ فطرت انسان کی عملی زندگی کے ہر ضروری شعبہ پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ لیکن نبوت کامل ہونے کے بعد بھی سلسلہ قوانین عالم کا ربط بیان نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدرت نے ان تفصیلات اور جزئیات کا دریافت کرنا انسان کی ذہنی جستجو کے سپرد کر رکھا ہے۔ جوں جوں ذہنی علم اپنے تینوں شعبوں میں ترقی کرتا جا رہا ہے تعلیم نبوت کے مطالب زیادہ صاف اور زیادہ واضح ہوتے جا رہے ہیں اور حقائقِ قرآنیہ زیادہ مفصل اور مشرح ہوتے جا رہے ہیں' چونکہ انسان کے ذوق دریافت کی بے تابی اور جستجوئے علم کی شدید خواہش کی وجہ سے علم ہمیشہ ترقی کرتا رہے گا لہٰذا ظاہر ہے کہ ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جب قرآن کے مطالب اپنی تفصیلات اور جزئیات کی فراوانی کی وجہ سے ایک نظامِ حکمت کی صورت اختیار کریں گے اور وہ معلوم حقائق کے ساتھ ایک عقلی ترتیب میں آ کر اس قدر واضح اور روشن ہو جائیں گے کہ کوئی شخص قرآن کی صداقت سے انکار نہ کر سکے گا۔ قرآن حکیم نے نہایت واضح الفاظ میں اس واقعہ کی پیش گوئی کی ہے۔ ''عنقریب ہم ان کو اطرافِ عالم میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر آشکار ہو جائے گا کہ قرآن برحق ہے۔ یعنی ہم آفاق اور انفس کے بارے میں انسان کو ایسے علمی حقائق القا کریں گے جن سے قرآن کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔'' (حم سجدہ۔53) یہاں یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ انفس و آفاق میں نمودار ہونے والی آیات بظاہر قرآن سے باہر ہوں گی لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کی تشریح اس طرح سے کریں گی کہ قرآن کی صداقت پر شبہ ناممکن ہو جائے گا۔

قرآن اور علم جدید

تحریر: ڈاکٹر رفیع الدین

اس شمارے میں

قائدِ حزبِ اختلاف کی پیشکش

سب سے زیادہ گھاٹے میں کون؟

دُور کی کوڑی

ڈاکٹر اسرار احمد کا انٹرویو

اوپر شیروانی۔ اندر پریشانی

لہو کی پکار

مکتوب شکاگو

ایڈیٹر کی ڈاک

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 78 تا 80)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ
كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾﴾

''اوران (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا' اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے (نازل ہوا) ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور (یہ بات) جانتے بھی ہیں۔ کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اُسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتابِ (الٰہی) پڑھتے پڑھاتے رہتے رہو۔ اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنالو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے؟''

اہل کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کتاب کو پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح مروڑتا ہے کہ الفاظ ذرا سے تبدیل ہو جاتے ہیں اور نئے معانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُن سے کہا گیا تھا کہ حِطَّۃٌ کہو تو انہوں نے اس لفظ کو حِنْطَۃٌ بنا دیا۔ بجائے یہ کہنے کے کہ اے اللہ ہمارے گناہ جھاڑ دے وہ کہنے لگے کہ ہمیں گیہوں دے۔ پھر انہیں کہا گیا تھا کہ کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' مگر انہوں نے کہا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا یعنی ہم نے سن تو لیا مگر حکم عدولی کریں گے۔ تو تورات کو پڑھتے ہوئے وہ اس طرح کا معاملہ کرتے تھے۔ جب دیکھتے کہ کوئی سائل ہے جو فتویٰ مانگ رہا ہے' اُس کی خواہش کچھ اور ہے مگر الفاظ اُس کے مطابق نہیں' تو وہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر پڑھتے اور کہتے دیکھو کتاب کے اندر یہی لکھا ہے۔ اس طرح وہ لوگوں کو باور کراتے کہ جو کچھ ہم بتاتے ہیں وہ کتاب میں سے ہی ہے حالانکہ وہ کتاب میں نہ ہوتا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم بتاتے ہیں یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے' جبکہ وہ اللہ کی طرف سے نہ ہوتا۔ سورۂ بقرہ میں بھی یہ مضمون ان الفاظ میں آ چکا ہے فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم...... :یعنی وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ایسے لوگ جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ پر تہمت باندھتے ہیں۔

کسی انسان کے یہ شایانِ شان نہیں کہ اللہ نے تو اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دی ہو' پھر وہ لوگوں کو کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ یہ اشارہ ہے نصرانیوں کی طرف کہ اللہ نے تمہاری طرف حضرت عیسیٰ بن مریم کو رسول بنا کر بھیجا' اُن کو کتاب دی' حکم دیا اور نبوت دی اور معجزات دئے۔ اور اس کا تو ہرگز کوئی امکان نہیں کہ وہ کہتے کہ مجھے معبود بنالو اللہ کو چھوڑ کر۔ بلکہ ایسا شخص تو یہی کہے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا کہ اللہ والے بنو اللہ کی بندگی کیا کرو۔ اس چیز کے سبب کہ جو تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو۔ دین کا پڑھنا پڑھانا' سیکھنا سکھانا' قرآن کی تعلیم و تعلّم' حدیث اور فقہ کا سمجھنا سمجھانا' یہ سب اس لئے ہونا چاہئے کہ لوگوں کو اللہ والے بنایا جائے نہ یہ کہ اُن کو اپنے بندے بنا کر اُن سے نذرانے وصول کئے جائیں اور ان کا استحصال کیا جائے۔

جس کو اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا وہ کبھی بھی اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں یا انبیاء کو رب بنالو۔ مشرکین مکہ نے فرشتوں کے نام پر مورتیاں بنا رکھی تھیں' لات' منات' عزیٰ اور دوسروں نے ایک نبی کو اپنا رب بنایا ہوا تھا' تو کیا اللہ کا نبی تمہیں کفر کا حکم دے گا جبکہ تم مسلم ہو چکے ہو اور تم نے فرمانبرداری قبول کر لی ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

فرمانِ نبوی

خدمت خلق کے اہم کام

چوہدری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ)) (رواہ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے درمیان عدل سے صلح کرا دو' یہ صدقہ ہے۔ کسی کو اس کی سواری پر بٹھا دو یا اس کا سامان اس کی سواری پر رکھ دو' یہ صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔ تمہارا ہر وہ قدم جس سے چل کر تم نماز کے لئے (مسجد میں) جاتے ہو' صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دینے والی چیزیں (کانٹے' پتھر' گندگی وغیرہ) ہٹانا صدقہ ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
13	26 اگست تا یکم ستمبر 2004ء 9 تا 15 رجب المرجب 1425ھ	33

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

قائد حزبِ اختلاف کی پیشکش

''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے کا نتیجہ اب سامنے آ رہا ہے۔ دنیا بھر میں دہشت گردی اور جنگجوئی کا ٹارگٹ اب سب سے زیادہ پاکستان بنا ہوا ہے، جس کا تازہ ثبوت وہ انکشافات ہیں جو وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات شیخ رشید احمد نے 21 اگست کی شب گیارہ بجے ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں کئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے انٹیلی جنس اداروں نے نہایت خطرناک گروہ کے کارندوں کو گرفتار کیا ہے۔ ان کے قبضے سے آتشیں اسلحہ، بم، رائفل، گرینیڈ، راکٹ، راکٹ لانچر اور دھماکہ خیز مواد کے پچاس اجزاء برآمد کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ ایک منظم منصوبے کے تحت آرمی چیف ہاؤس، جی ایچ کیو کا آڈیٹوریم، امریکی سفارت خانہ، لال حویلی کے جلسہ یوم آزادی، ایوانِ صدر اور وزیر اعظم ہاؤس سمیت متعدد مقامات کو نشانہ بنانا چاہتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ وزیر اطلاعات کے بقول یہ جو آٹھ دس دہشت گرد پکڑے گئے ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟ کیا ان کا تعلق القاعدہ سے ہے؟ وزیر اطلاعات اس سوال کا جواب گول کر گئے اور صرف اتنا کہا کہ وہ اتنی بات کریں گے، جتنی ان کی ذمہ داری ہے۔ البتہ وزیر داخلہ فیصل صالح حیات نے واضح الفاظ میں بتایا کہ ''ان کا تعلق براہِ راست القاعدہ سے ہے، کیونکہ دہشت گردی کی ایسی واردات صرف دہشت گردی کی ایسی تنظیم ہی کر سکتی ہے جیسی القاعدہ ہے۔ پاکستان کی بھی کچھ تنظیمیں ہیں، جن سے ان کا تعلق ہے۔ ہم نے بہت ساری تنظیموں پر پہلے چند برسوں میں پابندی لگائی تو ان میں سے بعض تنظیمیں ایسی ہیں جنہوں نے زیر زمین اپنی کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں، جن سے القاعدہ کا تعلق براہ راست ہے۔ ہمیں ان تنظیموں کا علم ہے''۔

اب یہ حقیقت شواہد کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ہماری حکومت نے خارجہ پالیسی کے سلسلے میں شدید غلطیاں کی ہیں، بالخصوص افغانستان کے معاملے میں تو نہایت عاجلانہ ہولناک غلطیاں کی ہیں۔ ہماری حکومت ہی نے روس کے خلاف امریکہ کے جہاد میں امریکہ کی ترغیب پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اور امریکہ کے دیئے ہوئے پیسے اور اسلحے سے مسلح رضا کار افغانستان بھیجے تھے۔ 1989ء میں روس نے افغانستان سے اپنی فوجیں نکال لی تھیں، لیکن ''امریکی جہاد'' کے نتائج اہل پاکستان کو آج تک بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ روسیوں کی واپسی کے بعد جب افغان لیڈروں میں اقتدار کے لئے مسلسل کئی برس تک خانہ جنگی ہوتی رہی، تو ہماری حکومت ہی کی تحریک وتنظیم پر پاکستان کے دینی مدرسوں کے نوجوان طلبہ پر مشتمل ایک گروپ ''طالبان'' کے نام سے افغانستان بھیجا گیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ طالبان نے افغانستان کے دو تہائی سے زیادہ علاقے پر کنٹرول حاصل کر لیا اور اپنی اپج، جذبے اور جدت سے انتہائی ناسازگار حالات میں، انتہائی کم وقت میں، شریعت اسلامی کے نفاذ کی چند ایسی سچی جھلکیاں دکھائیں کہ پوری دنیا محو حیرت ہو گئی۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد جب امریکہ نے ''یوٹرن'' لے کر افغانستان میں اسلامی نظام کا ''ماڈل'' استوار کرنے والوں کے خلاف ظالمانہ اور جارحانہ کارروائی کی، تو ہماری حکومت نے امریکہ سے بھی آگے بڑھ کر اپنے ہی پروردہ، اپنے ہی ساتھیوں، اپنے ہی بھائیوں، اپنے ہی بیٹوں ''طالبان'' کے خلاف محاذ کھول دیا۔ ہماری حکومت کی یہ انتہائی ہولناک غلطی تھی۔ چودہ کروڑ عوام نے کھل کر اس اقدام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

یہ ہمارے ہی بھائی اور بیٹے ہیں جو افغانستان میں امریکہ کے انسانیت سوز فضائی حملوں سے بچ کر افغانستان کے متصلہ پاکستانی پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ امریکہ کے بعد اب اپنی بھی حکومت کے خلاف ان کا غیظ وغضب، غصہ، انتقام ایک بالکل قدرتی امر تھا، جس کا علاج ایک مدبرانہ سیاسی حکمت عملی میں تھا، لیکن ہماری حکومت نے دوسری بڑی غلطی یہ کی کہ سیاسی مذاکرات کی بجائے ان کے خلاف مسلح کارروائی شروع کر دی۔ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے پہاڑی اور قبائلی علاقوں میں اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ جنگ اپنے عروج پر جاری ہے۔ جنوبی وزیرستان میں قتال، ہڑتال، اقتصادی پابندیوں اور جرگوں کی تفصیلات کئی ماہ سے روزانہ آ رہی ہیں۔

وزیر اطلاعات اور وزیر داخلہ کے حالیہ انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ہی بھائیوں سے یہ جنگ پاکستان کی گلیوں اور کوچوں میں پھیلنے والی ہے۔ ایسے سنگین حالات میں قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف اور متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے قبائلی علاقوں میں چھپے ہوئے القاعدہ سے تعلق رکھنے والے ''جنگجوؤں'' کے ساتھ ہماری حکومتی لڑائی کا مسئلہ حل کرانے کی پیشکش کی ہے۔ مولانا صاحب نے کہا ہے کہ ''وہ نہ صرف ثالثی کرا سکتے ہیں، بلکہ وہ غیر ملکی جنہیں حکومت القاعدہ قرار دے رہی ہے، وہ ان کا مسئلہ بھی حل کرا سکتے ہیں۔ اس صورت حال کو سنبھالنے کی صلاحیت صرف ہم ہی میں ہے۔ اب یہ حکومت پر منحصر ہے کہ وہ ہمارا تعاون چاہتی ہے یا نہیں''۔

پاکستان کو اس وقت عالمی اور اندرونی دہشت گردی کا سامنا ہے۔ کچھ عناصر وطن عزیز میں دہشت گردی کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے لوگوں کی بیخ کنی کی جائے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ یہ لوگ مذہب کے نام پر جذبے میں آنے والے لوگوں کو استعمال نہ کر سکیں۔ مولانا فضل الرحمٰن نے جس اعتماد، وثوق اور حب الوطنی سے پیشکش کی ہے، وہ حکومت کو فوراً قبول کر کے مولانا صاحب کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔ اگر حکومت یہ پیشکش قبول نہیں کرے گی، تو پچھلی غلطیوں سے بھی بڑی غلطی کا ارتکاب کرے گی۔ (ادارہ)

ایڈیٹر کی ڈاک

کسی مسلم برنی صاحب نے اپنے کالم "تکلف برطرف" کے تحت "ندائے خلافت" کے شمارہ نمبر 20 میں "انتقال پُر ملال"۔ "دعائے مغفرت"۔ "دعائے صحت" اور "رشتہ درکار ہے" کے اعلانات و اشتہارات کے سلسلے میں اپنی تجاویز کیا دیں، بس اُسی وقت سے مجھ غریب پر آفت آ گئی اور میرے مضمون کے نیچے "ضرورت رشتہ" کا اشتہار شائع ہونا شروع ہو گیا۔ مضمون نہیں شائع ہوتا تو "بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی کافی" کے مصداق میری منتخب کردہ نظم کے نیچے یہ اشتہار شائع کر دیا جاتا چھوڑتے کسی طرح بھی نہیں۔ (دیکھئے شمارہ نمبر 20، 21 اور 22) ٹھیک ہے میں قاضی ضرور ہوں لیکن یہ تو نہیں کہ ٹنڈو مستی خان سے لے کر چیچو کی ملیاں تک نکاح پڑھاتا پھروں۔ سچ جانئے کہ میں نکاح کرنے والا قاضی بھی نہیں۔ کراچی کے امیر جماعت ہوا کرتے تھے چوہدری غلام محمد مرحوم وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نمازیں قضا کر کر کے قاضی بنا ہوں۔ شاید لوگ میرے مضمون کے نیچے رشتہ کا اشتہار دے کر میرے قاضی ہونے کی برکت حاصل کرنا چاہتے ہوں تو بھائی مجھے اس سے معاف فرمائیں۔ رہے نام اللہ کا!

(قاضی عبدالقادر، کراچی)

ندائے خلافت 28 جولائی میں "الٰہی! کائنات کیوں اداس اداس ہے" کے ذیل میں درج واقعہ کو نہ تو منفرد ہے اور نہ ہی نیا، مگر ہے بلاشبہ افسوسناک۔ پروفیسر مرحوم یقیناً دیانتداری سے نئی نسل کو علم کا خزانہ منتقل کرنے کا فریضہ انجام دیتے رہے ہوں گے لیکن کیا انہوں نے کبھی اس باطل نظام کے خلاف جدوجہد میں بھی اپنا کردار ادا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو بھی معاف فرمائے، مقصداً انہیں موردِ الزام ٹھہرانا نہیں بلکہ جو ابھی زندہ ہیں انہیں یہ احساس دلانا ہے کہ اگر وہ موجودہ استحصالی، کرپٹ نظام کے خلاف کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس نظام سے کسی بھلائی کی بھی امید نہ رکھیں۔

(سردار اعوان، لاہور)

قاضی عبدالقادر صاحب کی تحریر "ابلیس تیرے کھیل تری شان" پر "ندائے خلافت" کے شمارے نمبر 22 (9 جون 2004ء) میں لاہور کے سردار اعوان صاحب کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے۔ میرے خیال میں اس مراسلہ کا عنوان آپ یہ لگا دیتے "صحرا میں اذان دے رہا ہوں"۔ میرے اس مراسلہ کو بھی شائع فرما دیں۔

(حمیرا عبیدالرحمٰن)

محترم اظہار احمد صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر بڑا دکھ ہوا کیونکہ مرحوم بہت ہی مخلص اور محنتی انسان تھے۔ پھر ان کی رودادِ زندگی پڑھی۔ جس کو پڑھ کر ان کی زندگی پر رشک آیا اور زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ اللہ پاک ان کی آخرت کی منزلوں کو آسان کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے!

میں نے ایک غزل اپنے دوست کی وفات پر لکھی تھی۔ لیکن اس غزل میں کچھ اضافے کے ساتھ وہ غزل میں نے مرحوم اظہار احمد صاحب کے نام کے ساتھ موسوم کر دی ہے۔ ان کی زندگی کے اعلیٰ اخلاق، ایمانداری اور سچائی کو اشعار میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ یہ چند اشعار "ندائے خلافت" میں اشاعت کیلئے حاضر ہیں۔

(شکیل احمد، راولپنڈی)

محترم اظہار احمد مرحوم کے نام

اِک مسافر تھا کچھ دیر ٹھہرا یہاں
اپنی منزل کو آخر روانہ ہوا
بات کل ہی کی ہے پر ہمیں یوں لگا
جیسے گزرے ہوئے اِک زمانہ ہوا
زندگی سے خفا ہو کے وہ چل دیئے
جیتے جی جو کسی سے خفا نہ ہوا
دشت و در رو دیئے بحر و بر رو دیئے
چڑھ کے کندھے پر جب وہ روانہ ہوا
آگے آگے مسافر کی بارات تھی
پیچھے پیچھے زمانہ تھا، روتا چلا
عمر بھر جن کی اس سے رفاقت رہی
ڈھیروں مٹی کے نیچے دبا کر گئے
دوست آنسو بہاتے گئے قبر تک
ساتھ اس کے نہ کوئی روانہ ہوا
جسم مٹی سے ڈھانپا، اٹھے چل دیئے
دو قدم پر رُکے فاتحہ کے لئے
آئی اس کی لحد سے صدا دوستو
آپ آئیں گے پھر کب دعا کے لئے

بحوالہ ندائے خلافت نمبر 18 ایڈیٹر کی ڈاک میں جناب زبیر بن عوام صدیقی صاحب کے مراسلہ پر چند معروضات پیش خدمت ہیں سب سے پہلے تو زبیر صاحب یقیناً لائق تحسین ہیں کہ تنظیم اسلامی کے تمام جرائد ان کے زیر مطالعہ رہتے ہیں۔ موصوف کی طرف سے اٹھائے گئے چند نقاط میں نے پڑھے جن سے میرا شدت کے ساتھ اختلاف ہے۔ وہ میں یہاں اس درخواست کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ زبیر صاحب ذرا اپنے نقاط پر نظر ثانی فرمائیں، شاید کہ اُن کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔ عابد اللہ جان صاحب کے بارے میں موصوف نے جو اعتراضات قلمبند کئے ہیں کہ "مغرب اور ان کے حکمرانوں کے خلاف عابد اللہ جان صاحب کا لب و لہجہ خاصا تیز و تند اور تنقیدانہ ہوتا ہے" حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اور زیادتی سے کام لیا گیا ہے اور یا یہ پھر زبیر صاحب نے عابد اللہ جان صاحب کی مشکل انگریزی کا صحیح احاطہ نہیں کیا ہے جس کا زبیر صاحب نے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ "عابد اللہ جان صاحب کے مضامین میں نحو اور گرائمر کے حوالے سے کافی الجھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے" عابد اللہ جان صاحب کے مضامین مغرب اور امریکا یا ان کے عوام کے خلاف قطعاً نہیں ہوتے ہیں۔ عابد اللہ جان صاحب تو مغرب کے ان دانشور حضرات کے مدمقابل مجاہد بن کر برسرپیکار ہیں جنہوں نے اپنے اقلام و اذہان اسلام اور قرآن کے خلاف وقف کر رکھے ہیں جنہوں نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ وہ قرآن عظیم الشان کو اساطیر الاولین، احادیث کو من گھڑت کہانیاں اور دین اسلام کو Out of Date ثابت کر کے دم لیں گے۔ Daniel pips S,Nye, Joseph, Freiedman, Thomas.Z, Willam Guy Carr وغیرہم کو ان ہی کے زبان اور ان ہی کی کتابوں کے حوالے سے ان کا بھرپور جواب دے دینا اور ان کے غلط نظریات کا قلع قمع کرنا عابد اللہ جان صاحب نے اپنا مشن بنایا ہوا ہے۔ ہماری تو ازل سے بدقسمتی یہ رہی ہے کہ خود بھی کچھ کرنے کو تیار نہیں اور جو اللہ کے بندے اس کام میں لگے رہتے ہیں، ان پر بے جا قسم کے اعتراضات اٹھا کر اُن کو حوصلہ شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

زبیر صاحب نے دوسری بات پر جو خاصے افسوس کے ساتھ اعتراض کرتے ہوئے اپنے قلم کو حرکت دی ہے وہ یہ کہ "ندائے خلافت کے کالم نویس وہی کچھ دہراتے ہیں اور نقل کرتے ہیں جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے سنتے ہیں" آگے چل کر رقم طراز ہیں کہ "قاری کو ان کے کالموں اور تحریروں سے ان کا اپنا کوئی خیال، اپنی کوئی دانائی کی بات پڑھنے کو نہیں ملتی" اس پر میں زبیر صاحب کے علم میں اس بات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر اسرار صاحب صرف ایک شخص کا نام نہیں ہے، وہ ایک علامت کا نام ہے جو کہ ہر رفیق تنظیم پر چسپاں نظر آئے گا وہ ایک پوری تحریک کی علامت ہے اور بحمداللہ اس تحریک کے افکار ہر رفیق نے ہضم کئے ہیں جس کا مظہر یہ ہے کہ یہ باہم یک جان ہونے کے ساتھ ساتھ یک زبان اور یک قلم بھی ہیں۔

(حاجی عبدالرشید، پنوعاقل)

☆ اہل حق جب آزمائشوں میں ثابت قدمی دکھادیں تو پھر دنیا میں بھی غیبی مدد آتی ہے

☆ امریکہ ایسے تمام مسلمان ممالک کو مغلوب کرنے میں مصروف ہے جو اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں

سب سے زیادہ گھاٹے میں کون؟

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 13 اگست 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

گزشتہ تین جمعوں کے دوران میں لاہور سے باہر رہا اور الحمدللہ کہ تین مختلف مقامات پر خطاب جمعہ کے مواقع ملے۔ یہاں سورۃ الکہف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کے آخری یعنی بارھویں رکوع کی ابتدائی دو آیات ہمارے زیر مطالعہ آ چکی ہیں اور چند تذکیری نکات آپ کے سامنے رکھے گئے تھے۔ لیکن نگاہ بازگشت ڈالنے پر احساس ہوا کہ گیارھویں رکوع کے آخری حصے سے ہم بہت سرسری انداز میں گزر گئے ہیں اور ادنیٰ درجے میں بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ اس رکوع کے حوالے سے اگرچہ ذوالقرنین کا قصہ اور یاجوج ماجوج کے خروج کا مضمون خاصی تفصیل سے بیان ہوا تھا' تاہم اس کے بعد کی آیات کا صرف ترجمہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ جو چیز تشنہ رہ گئی ہے' میری کوشش ہوگی کہ آج اس کی تلافی کر دوں!

ان اجتماعاتِ جمعہ میں باقاعدگی سے شریک ہونے والے افراد جانتے ہیں کہ سورۃ الکہف سے پہلے ہم نے سورۂ بنی اسرائیل کا مطالعہ کیا تھا۔ ان دونوں سورتوں کے مضامین میں ظاہراً بھی بڑی مشابہت ہے اور معناً بھی۔ سورۂ بنی اسرائیل کے آخری حصے میں آیت 104 کے اندر قربِ قیامت سے متعلق ایک اشارہ دیا گیا تھا کہ: ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہا کہ تم زمین میں آباد رہو' پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے''۔ ایک آخری وعدہ قیامت کا ہے' لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کا گہرائی میں جا کر مطالعہ کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے ساتھ قیامت سے قبل بھی ایک آخری معاملہ ہونا ہے۔ چنانچہ یہ فرمانا کہ جب آخری معرکے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر ایک جگہ لے آئیں گے' دراصل اسرائیل کی ریاست کے قیام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی وہ سنت سابقہ ہے جس کا ظہور ہونا ہے کہ اس قوم نے چونکہ اپنے رسول حضرت عیسیٰ ابن مریم کا انکار کیا تھا' چنانچہ یہ راندہ درگاہ ہے۔ ان پر آخری عذاب قربِ قیامت سے قبل حضرت مسیح کے ہاتھوں آنا ہے اور اس کے لئے ان سب کو ایک دفعہ جمع کر لیا جائے گا۔ پھر ایک اجتماعی قبرستان بنے گا۔ پچھلے دنوں اسرائیل کے وزیر اعظم شیرون نے فرانس میں رہنے والے یہودیوں سے کہا تھا کہ وہ سب کے سب اسرائیل میں آ جائیں۔ اسرائیل میں پوری دنیا سے کھنچ کھنچ کر یہودی آ رہے ہیں' اس لئے کہ یہ وقت ان کے خوابوں کی تعبیر کے اعتبار سے ایک کلائمکس کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی سازشیں انتہائی کامیابی سے آگے بڑھ کر اپنے اختتامی مراحل کو پہنچ رہی ہیں۔ مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی دوبارہ تعمیر کرنے کی راہ ہموار ہو چکی ہے۔ انہیں کوئی مزاحمت نظر نہیں آ رہی۔ امریکہ ان کے ایک غلام کی طرح ایسے تمام ممالک پر اپنا تسلط جمانے میں مصروف ہے جو اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ ہیں۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام طاقت امریکہ کے پاس ہے' لیکن اس کے سر پر یہود کا آسیب ناچ رہا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر درحقیقت اللہ کے خلاف سب سے بڑی بغاوت کا نام ہے۔ عیسائی اپنی گمراہی کی وجہ سے آج مٹھی بھر یہودیوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ یہود اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ابلیسی طاقت ہیں اور یہی فتنہ دجال کا کلائمکس ہے۔ المسیح الدجال بھی انہی یہود میں سے آئے گا۔ چنانچہ اس فتنے کے حوالے سے سورۂ بنی اسرائیل میں تو یہ ذکر آ گیا کہ قیامت سے قبل ایک وقت آئے گا کہ وہ پھر جمع ہو جائیں گے جبکہ ان کے رول کا اندازہ سورۃ الکہف سے ہو رہا ہے۔

قربِ قیامت میں ایک دوسرا فتنہ بھی آنا ہے' جو کہ یاجوج اور ماجوج کا ہے۔ یاجوج و ماجوج کے خروج سے متعلق واقعات کی ترتیب کی طرف میں نے پچھلی مرتبہ کچھ اشارہ کیا تھا' کچھ باتیں آج بیان کرنا چاہوں گا۔ اس وقت جاری حق و باطل کی کشمکش سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امریکہ کے نزدیک مسلمانوں کے سوا کوئی دہشت گرد نہیں ہے۔ یہ نام کا پردہ ہے' اصل میں تو یہ مسلمانوں کے خلاف کروسیڈز ہیں۔ اس کے لئے وہ پوری دنیا کو مسلمانوں کے مقابلے میں اکٹھا کر کے لا رہا ہے۔ مولانا علی میاں نے اس کے لئے ایک عنوان ''معرکہ ایمان و مادیت'' قائم کیا۔ اسی کا دوسرا نام معرکہ حق و باطل ہے۔ مسلمانوں میں ہی ایک طبقہ اہل حق کا ہونا چاہئے جو اس مادیت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے۔ اس کا توکل مادی وسائل پر نہ ہو بلکہ وہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرے۔ دنیا میں مسلمان تو ایک ارب سے زیادہ ہیں لیکن ان اہل حق کی تعداد کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ یہ ٹکراؤ جاری رہے گا۔ اہل حق کم تعداد اور وسائل سے محروم ہونے کے باوجود ابلیسی نظام سے ٹکر لیتے رہیں گے اور قربانیاں دیتے رہیں گے۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ظاہر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ہر دور میں آزماتا رہا ہے۔ اہل حق پر جب آزمائشوں کی انتہا ہو جائے اور وہ ثابت قدمی دکھادیں تو پھر دنیا میں بھی غیبی مدد آتی ہے۔ اسی سنت کا ظہور ایک ایسے امام کامل کی صورت میں ہوگا جن کو مہدی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلا مرحلہ حضرت عیسیٰ کے نزول کا ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے اہل حق کو اپنی قربانیوں سے ایک تاریخ رقم کرنی ہوگی' جو کہ وہ کر رہے ہیں۔ اس کا آغاز ہو چکا ہے۔ جتنا حق کو دبایا جا رہا ہے' اتنا ہی وہ اُبھر رہا ہے۔ یہ کشمکش آگے بڑھ رہی ہے۔ اہل حق کی استقامت کے نتیجے میں غیبی مدد آئے گی' جس کے بعد بالآخر دجالی قوتیں پسپا ہونا شروع ہو جائیں گی' حضرت مسیح کے ہاتھوں سے یہودیوں کا قلع قمع ہوگا اور وہ المسیح الدجال کو بھی قتل کریں گے۔ عیسائی عالم اسلام کا حصہ بن جائیں گے۔ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر غلبہ اسلام کے حوالے سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے جو اشارات ملتے ہیں' ان کا حاصل میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ مسلمانوں کا آخری مقابلہ یاجوج اور ماجوج سے ہونا ہے۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ معجزانہ طور پر ختم کرے گا۔ یہ حضرت مسیح کے دور ہی میں ہونا ہے۔ پھر کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ دورِ خلافتِ راشدہ کی شان ایک بار پھر سے ظاہر ہوگی' ان شاء اللہ۔

سورۃ الکہف کی آیت 100 میں آخرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا گیا: ''اور اُس دن ہم کافروں کو دوزخ دکھادیں گے سامنے لا کر''۔ کافر کون لوگ ہیں' اُن کی تعریف اگلی

آیت میں آ رہی ہے: ''جن کی آنکھیں ہماری یاد سے پردے میں رہیں اور وہ سننے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے تھے''۔ حقیقت میں وہی لوگ کافر ہیں جو اپنی زندگی میں اللہ کے خوف اور آخرت کی جواب دہی سے غافل ہیں۔ وہ دنیا کی حرص اور لالچ میں گم ہیں۔ ایسے افراد چاہے یہود میں سے ہوں' چاہے عیسائیوں یا مسلمانوں میں سے ہوں' وہ اللہ کے نزدیک کافر شمار ہوں گے۔ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا کا ترجمہ تو ہوگا کہ وہ سننے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے تھے' لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے انہیں سمجھانا بجھانا بھی چاہا تو انہوں نے توجہ ہی نہیں کی۔ ایک کان سے سنا' دوسرے سے اڑا دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت حق کی صلاحیت ہی سلب کر دی۔ یہ ہے دجالیت کا اصل حاصل کہ انسان اللہ کو بھول جائے اور اس کی نگاہیں دنیا کی چمک دمک سے آگے نہ جائیں!

آیت 102 جو کہ آخری رکوع کی پہلی آیت ہے' اس پر کچھ گفتگو ہوگئی تھی' تاہم میں چاہوں گا کہ جو بات نامکمل رہ گئی ہے' وہ پوری ہو جائے۔ فرمایا گیا: ''کیا ان کافروں نے یہ سمجھا ہے کہ وہ میرے مقابلے میں میرے ہی بندوں کو اپنا حاجت روا بنالیں گے''۔ یہ بہت گہری بات ہے۔ اس دنیا میں یہ سمجھنا کہ فلاں شخص کی مدد اور حمایت حاصل کی جائے تو وہ مجھے مصیبت اور تکلیف سے بچالے گا' مشرکانہ طرز عمل ہے۔ اسی طرح آخرت کے اعتبار سے بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی ہمارا سفارشی اور نجات دہندہ ہوگا' شرک ہی کی ایک شکل ہے۔

اگلی چار آیات میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کی ساری سعی وجہد دنیا کی زندگی ہی میں کھوگئی۔ جب مادہ پرستی ایمان کا درجہ اختیار کر لے تو پھر شب و روز کی محنت محض دولت کمانے اور آسائشیں حاصل کرنے کے لئے ہی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ آیت 103 میں ارشاد ہوا: ''(اے نبیؐ! ان سے) کہیے! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون اپنے عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں ہے؟'' یہ بہت اہم سوال ہے' جس میں عمل کے اعتبار سے گھاٹے کی بات کی گئی ہے۔ اگلی ہی آیت میں اس کا جواب آرہا ہے کہ ''وہ لوگ کہ جن کی ساری سعی دنیا کی زندگی کے لئے رہی اور سمجھتے یہ ہیں کہ انہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے''۔ آج ہماری سوچ اس کے بالکل برعکس ہو چکی ہے۔ ہمارا میڈیا اسی قبیل کے لوگوں کو آئیڈیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ہم اسی کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں جو سیلف میڈ ہو' جو دنیا میں مسلسل ترقی کر رہا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص اپنے عمل اور محنت کے نتائج کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہے۔ آیت 105 میں ایسے انسانوں کے بارے میں مزید فرمایا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں (اس کے فرامین) اور اس سے ملاقات کا انکار کیا''۔ ایک شخص کے عمل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مطلوب ومقصود دنیا ہے یا آخرت۔ قرآن مجید کا اصل پیغام یہی ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اگر کوئی قرآن پر ایمان رکھتا ہوا' اسے ثواب کی نیت سے کبھی کبھی پڑھتا بھی ہو لیکن سر سے پیر تک دنیا پرستی میں ڈوبا ہو تو درحقیقت وہ اپنے عمل سے قرآن کو جھٹلا رہا ہے۔ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے پر دل سے یقین نہیں رکھتا۔ اسی حوالے سے ایک حدیث کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان جو صبح کرتا ہے' وہ اپنے آپ کو بیچتا ہے۔ یعنی صبح اٹھ کر ہر آدمی اپنے اپنے دھندے میں لگ جاتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں کو بیچ کر کچھ پیسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسے بھی ہیں جو اس محنت کے نتیجے میں خود کو جہنم کی آگ سے بچالیتے ہیں۔ وہ اپنی معیشت میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کا خیال رکھتے ہیں۔ یوں وہ شام کو اپنے رب کو راضی کر کے لوٹتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ بھی ہیں جو دن بھر کی محنت کر کے بھی اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا لیتے ہیں۔ آخرت کو بھول کر انہیں حرام اور حلال' جائز اور ناجائز میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ایسی محنت کا حاصل سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں ہے۔ اسی آیت میں آگے واضح کر دیا گیا کہ: ''اس کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم قیامت کے دن میزان ہی نصب نہیں کریں گے''۔ اگر انسان کا اصل مقصد اور ہدف دنیا ہو تو اس کی نیکیاں بھی ضائع کر دی جائیں گی۔ جب اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہو تو نیک عمل کا محرک شہرت کا حصول اور ریاکاری ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے کام بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ جو کچھ کیا گیا' دنیا کے لئے تھا' اس لئے وہ پیچھے رہ گیا۔ اگر بظاہر کوئی نیکی کی تھی' وہ بھی صفر ہوئی۔ جب گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کا وجود ہی نہیں تو اس صورت حال میں ان لوگوں کے لئے میزان نصب کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ آیت 106 میں کفر کا اصل مفہوم بیان کر دیا گیا کہ: ''یہ ان کا بدلہ ہے جہنم' اس لئے کہ انہوں نے ناشکری کی روش اختیار کی اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق کا نشانہ بنائے رکھا''۔ یہ کفر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہی ہے۔ اللہ کے احسانات کا اعتراف کرنے کے بجائے اس کا انکار کر دینا سب سے بڑا کفر ہے۔ ایک مادہ پرستانہ معاشرے میں جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دین پر کاربند ہو جائیں' اُن کا استہزاء کیا جاتا ہے۔ جو شخص تقویٰ کی راہ اختیار کرے گا' آخرت کی فکر کرے گا' حرام خوری سے بچے گا وہ مذاق کا نشانہ بنے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور دین پر کاربند افراد کا تمسخر اڑاتے ہیں' ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اگلی دو آیات میں اس کے برعکس طرز عمل اختیار کرنے والوں کا ذکر ہے۔ آیت 107 میں فرمایا گیا: ''وہ لوگ جو (اللہ پر) ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے' ان کے لئے ابتدائی مہمان داری کے طور پر جنت الفردوس ہے''۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور مادی وسائل کے بجائے اللہ کی ذات پر توکل رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے والوں کو جنت ابتدائی مہمان داری کے طور پر عطا کی جائے گی' اصل انعامات کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ آیت 108 میں ارشاد ہوا: ''وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے' وہاں سے منتقل ہونا نہیں چاہیں گے''۔ اس دنیا کی زندگی کے بارے میں میدانِ حشر میں جا کر احساس ہوگا کہ یہ نہایت عارضی زندگی تھی۔ ساٹھ یا ستر برس کی اصلیت ایک دن یا اس کے کچھ حصے کی سی تھی۔ اصل زندگی تو اب ہمارے سامنے ہے۔ جنت کے بارے میں انتہائی جامع بات فرما دی گئی کہ وہاں جانے والے پر کبھی اکتاہٹ طاری نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر انعامات کی مسلسل بارش رہے گی اور انسان کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ تبدیلی کے واسطے تھوڑی دیر کے لئے ہی کہیں اور چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے صحیح مفہوم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

پریس ریلیز | **20 اگست 2004ء**

قاری نور محمد کی ہلاکت

امیر ''تنظیم اسلامی'' حافظ عاکف سعید نے اپنے خطاب جمعہ میں فرمایا: ''ٹارچر سیل میں قاری نور محمد کی ہلاکت انسانی حقوق کے علمبرداروں کے منہ پر کسی طمانچے سے کم نہیں۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والوں کے پیش نظر اگر عوام کی حفاظت نہیں ہے تو پھر ایسے غیر ذمہ دارانہ اقدامات سے وہ کس کو خوش کر رہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی کو نہ محض شبے پر گرفتار کیا جا سکتا ہے نہ بغیر ثبوت سزا دی جا سکتی ہے' اسی طرح سو گناہگار چھوٹ جائیں لیکن کسی بے گناہ کو سزا نہیں ملنی چاہئے۔ لیکن ہم ابھی تک اپنے سابقہ آقاؤں کے قانون سے چمٹے ہوئے ہیں' جس کے مطابق پولیس شبے میں جسے چاہے گرفتار کر کے ٹارچر کر سکتی ہے۔ یہ ہمارا اجتماعی جرم اور ہماری اجتماعی غفلت کا نتیجہ ہے کہ آئے روز ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ہم نے بحیثیت قوم اب بھی اپنا قبلہ درست نہ کیا تو اس عذاب سے ہمیں کوئی نہ بچا سکے گا جو گذشتہ ستاون برسوں میں اللہ کے دین کو نافذ نہ کرنے کی سزا کے طور پر ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

دُور کی کوڑی

ایوب بیگ مرزا

پی این اے کی تحریک اپنے عروج پر تھی۔ بڑے شہروں میں ہی نہیں چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی احتجاجی جلسے اور جلوسوں کا سلسلہ جاری تھا۔ مضبوط کرسی پر براجمان ذوالفقار علی بھٹو خود ڈانواں ڈول ہو چکے تھے۔ وہ عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کئی بار ریڈیو اور ٹیلی وژن سے براہ راست قوم سے خطاب کر چکے تھے۔ ایسے ہی ایک خطاب میں انہوں نے ایک چونکا دینے والی خبر سنائی کہ ایک ہمسایہ ملک ہمارے حالات کی خرابی سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی افواج ہماری سرحدوں پر لے آیا ہے۔ اور یہ ہمسایہ ملک بھارت نہیں ہے۔ ہر محفل میں اور ہر سطح پر یہ بحث چھڑ گئی کہ اگر بھارت نہیں تو پھر یہ کون سا ملک ہے جو ہماری سرحدوں پر افواج لے آیا ہے۔ سرکاری ذرائع نے آف دی ریکارڈ یہ بتایا کہ ایران بلوچستان کی سرحدوں پر فوج لے آیا ہے اور وہ اس انتظار میں ہے کہ اندرونی کشیدگی کی وجہ سے پاکستان اگر ٹکڑے ٹکڑے ہو تو بلوچستان پر ایران قبضہ کرے۔ راقم سمیت اکثر لوگوں نے کہا کہ بھٹو اپنا اقتدار بچانے کے لئے بے پر کی اڑا رہا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تبصرہ بھی کیا گیا کہ نفاذ مصطفیٰ کی تحریک کو بدنام کرنے کے لئے حکومتی سطح پر اس قسم کی افواہیں اڑائی جا رہی ہیں۔ اور یہ محض جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔ ایران ہمارا بہترین دوست ہے اور وہ ایک برادر مسلمان ملک کے خلاف یہ قدم نہیں اٹھا سکتا۔ بھٹو اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ بعد ازاں اس خبر کی تصدیق ہوئی۔ البتہ ایران کے اس اقدام کی یہ تاویل کی گئی کہ ایران کو خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے ایران متاثر نہ ہو لہٰذا حفظ ماتقدم کے طور پر افواج کو سرحد پر بھیجا گیا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ اس وقت شاہ ایران امریکی سرپرستی کی وجہ سے ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ وہ ایران کو ایشیا کے سب سے بڑا اسلحہ خانہ میں تبدیل کر رہا تھا۔ دوسروں کی فراہم کردہ قوت کو سچ مچ اپنی قوت سمجھ بیٹھا تھا یعنی غبارے میں ہوا بھر گئی تھی۔ پاکستان میں ضیاء الحق کی صورت میں امریکہ کو زیادہ موزوں اور مفید شخص مل گیا تھا' لہٰذا اس غبارے کو سوئی لگا دی گئی۔ البتہ پاک ایران دوستی اور اسلامی اخوت کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اگرچہ ہم اس واضح حقیقت کو بھی سمجھنے میں ناکام رہے۔ پھر جب پاکستان ایٹمی قوت بنا تو لیبیا کی طرح ایران نے بھی آفر کی کہ ہمارے تمام معاشی دلدّر دور کر دیئے جائیں گے اگر انہیں ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل کر دی جائے۔ ایران کی یہ آفر تو خصوصی چھوڑ عوامی محافل میں بھی زیر بحث آئی تھی اور لوگ اپنی حکومت کو کوستے تھے کہ وہ ایران کو ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل کرنے سے کیوں انکاری ہے جب کہ اس کے دو فائدے حاصل ہوں گے۔ بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ ایک اور مسلمان ملک ایٹمی ملک بن جائے گا اور دشمنان اسلام سے بہتر طور پر نمٹا جا سکے گا اور مالی لحاظ سے بھی ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ یہ باتیں اتنی اونچی آواز سے کی گئیں کہ وقت کی حکومت کو یہ واضح اعلان کرنا پڑا کہ وہ کسی قیمت پر ایٹمی ٹیکنالوجی کسی دوسرے ملک کو منتقل نہیں کرے گی۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ لیبیا اور ایران کے دباؤ پر اگرچہ حکومتی سطح پر کچھ نہ کیا گیا البتہ بعض ایٹمی سائنسدانوں کے ان دو ممالک سے رابطوں پر حکومت نے صرف نظر کیا۔ گزشتہ سال جب امریکہ نے عراق کو تباہ و برباد کیا اور صدام کو گرفتار کیا تو لیبیا پر اس قدر لرزہ طاری ہوا کہ اس نے اپنی جُون ہی بدل ڈالی اور امریکہ دشمن ملک کی بجائے اس کا ایجنٹ بننے کو تیار ہو گیا اور دروغ برگردن راوی القاعدہ کے بارے میں امریکہ کو مفید اطلاعات فراہم کیں۔ اپنی تمام ایٹمی دستاویزات کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی مانند جہازوں میں بھر کر امریکہ بھجوا دیں۔ عراق کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے فوری بعد امریکہ نے جن ممالک کو اپنا اگلا ہدف بتایا تھا' ان میں ایران سرفہرست تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ امریکہ بعض دکھاوے کی کارروائیاں کر کے ایران پر بھی حملہ آور ہو گا۔ اسرائیل بھی عراق کی تباہی کے بعد ایران کو اپنے لئے خطرہ قرار دے رہا تھا۔ ایران کے ایٹمی طاقت بننے کا پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔ بین الاقوامی ایٹمی انرجی کی ایجنسی (IAEA) باقی عالمی ایجنسیوں کی طرح امریکہ کی فرمانبردار کنیز ہے۔ اس کے سربراہ محمد البرادی ہیں جنہیں حمید گل البربادی کہتے ہیں۔ حسب معمول انہیں ایران پر دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ علاوہ ازیں یورپ کے اہم ترین ممالک انگلینڈ' فرانس اور جرمنی کے وزراء خارجہ کی مشترکہ ٹیم کو ایران بھجوایا گیا اور ان کے ذریعے دھمکی دی گئی کہ اگر ایران نے اپنی تمام ایٹمی تنصیبات عالمی ادارے کے معائینے کے لئے نہ کھولیں اور یورینیم کی افزودگی اور سینٹری فیوج کی تیاری بند نہ کی تو اسے عراق کی طرح تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اس پر ایران نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے میں اس نے اصلاً پاکستان سے مدد حاصل کی ہے اور پاکستان کے فلاں فلاں سائنسدان اس کے سائنسدانوں کی راہنمائی بھی کرتے رہے ہیں اور عملی مدد بھی کرتے تھے۔ یوں ایک مرتبہ پھر ایران کے پاکستان دوستی کا حق ادا کیا اور صدر مشرف' کہ چونکہ منہ سے بعض اوقات سچی بات نکل جاتی ہے' انہوں نے ٹیلیوژن پر دکھائی جانے والی ایک پریس کانفرنس میں جو کچھ کہا اس کا مفہوم یہ تھا کہ پاکستانی عوام کے پیٹ میں عالم اسلام سے ہمدردی کا مروڑ بہت شدت سے اٹھتا ہے لیکن دو اسلامی ممالک نے (ایران' لیبیا) جس بری طرح ہمیں پھنسایا ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ایران نے اپنی بلا ہمارے گلے ڈالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے میں اگر کوئی مدد پاکستانی سائنسدانوں نے کی تھی تو اس احسان کا بدلہ یوں چکایا کہ دنیا کی سپریم قوت امریکہ' جو اسلام دشمنی میں اندھا ہو چکا ہے اور جس کے ذہن اور قلب پر یہودی سوار ہے اسے موقع فراہم کر دیا کہ وہ پاکستانی حکومت کو اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کے لئے مزید بلیک میل کر سکے۔

ماضی میں ایران کے اس طرز عمل کا حوالہ دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ایران مستقبل میں ایک بار پھر ایسا رول ادا کرتا ہوا محسوس ہو رہا ہے جو پاکستان کے مفادات بلکہ اس کے جغرافیہ پر کاری ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ بعض لوگ اسے دور کی کوڑی لانا کہیں گے لیکن راقم محسوس کرتا ہے کہ مفادات کا کھیل امریکہ اور ایران کی دشمنی کو دوستی میں بدل دے گا یا کم از کم دونوں ممالک وقتی طور پر بعض معاملات میں پارٹنر شپ اختیار کریں گے۔ امریکہ عراق میں اتنے بڑے مالی اور جانی نقصان سے ہل چکا ہے۔ عراق سے پسپائی اس لئے ممکن نہیں کہ سپریم پاور کے خلاف تالی پٹ جائے گی اور یہودی لابی بھی اسے اسرائیلی مفادات کے خلاف سمجھتے ہوئے کسی امریکی انتظامیہ کو اس راہ پر چلنے کی اجازت نہیں دے گی۔ امریکہ کو اگرچہ مالی نقصان بھی گراں گزرے گا لیکن ایک حد سے زیادہ جانی نقصان برداشت کرنا امریکہ کے بس کی بات نہیں۔ اس سلسلے میں یہودی اثر و رسوخ بھی زیادہ دیر

موثر ثابت نہیں ہو سکے گا' لہٰذا امریکہ کے پاس عراق میں حالات کو قابو میں لانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ سرے سے موجود ہی نہیں اور عراق میں اس وقت زیادہ مزاحمت اہل تشیع کی طرف سے ہو رہی ہے۔ امریکہ سمجھتا ہے اگر ایران تعاون کرے تو صورت حال کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

دوسری طرف ایران میں یہ سوچ پیدا ہو چکی ہے کہ اگر امریکہ عراق کو اس حال میں چھوڑ کر اپنی افواج وہاں سے نکال لیتا ہے تو ایسی خونریزی ہوگی اور ایسا سیاسی عدم استحکام پیدا ہوگا کہ ایران بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ لہٰذا امریکی افواج کا عراق میں آنا اگر ایران کے لئے خطرناک تھا تو اس کا امن قائم کئے بغیر واپس چلا جانا مزید خطرناک ہوگا۔ پھر یہ کہ امریکہ سے تعلقات بحال کرنے سے نہ صرف اس کی جارحیت سے بچا جاسکے گا بلکہ ایٹمی پیش رفت بھی کسی نہ کسی درجہ میں ممکن ہو جائے گی۔ ادھر جنوبی ایشیا میں چین کا گوادر میں آجانا امریکہ کے لئے انتہائی ناقابل برداشت ہے جب کہ افغانستان میں مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں بھی پوری طرح فی الحال کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لہٰذا ایران کو بلوچستان کی دولت میں پارٹنرشپ کا لالچ دے کر افغانستان اور عراق دونوں محاذوں پر اس کی حمایت حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ ایران ان دونوں ممالک کا ہمسایہ ہے۔ پاکستان میں جنرل مشرف کو اگرچہ امریکہ اپنا قریبی دوست قرار دیتا ہے اور امریکی مفادات کے حصول کے لئے ان سے تعاون حاصل کرتا ہے لیکن جنرل مشرف ایک فرد ہے جو کسی وقت بھی کسی وجہ سے منظر سے ہٹ سکتا ہے اور پاکستانی عوام ہی نہیں بلکہ اب اسٹیبلشمنٹ میں بھی امریکہ کے لئے کوئی ہمدردی کا جذبہ موجود نہیں۔ لہٰذا آنے والے وقت میں پاکستان سے کوئی توقع نہیں باندھی جاسکتی۔ ایران کو یہ بتایا جاسکتا ہے کہ نہ صرف وہ امریکی غیظ وغضب سے بچے گا بلکہ بلوچوں کی دولت اسے امیر تر کر دے گی۔ راقم قطعی طور پر یہ نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ طے ہو چکا ہے۔ البتہ محسوس ہوتا ہے کہ خفیہ ڈپلومیسی کے ذریعے معاملات کو اس طرف لایا جا رہا ہے دونوں ممالک کے درمیان معاملات طے پاتے ہیں یا نہیں' ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔

میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کن اشارات کی بنیاد پر میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہے:

(i) ایران جو پچھلے دنوں بڑا خوفزدہ تھا اور ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے حوالہ سے سب کچھ مان رہا تھا' اب پھر بڑے بلند بانگ دعوے کر رہا ہے اور اپنے عوام کو خوش کرنے کے لئے اسرائیل کو زوردار دھمکیاں دے رہا ہے' کیونکہ اب وہ سمجھتا ہے کہ مفاہمت کے پس منظر میں اسرائیل ان دھمکیوں کو سنجیدگی سے نہیں لے گا۔

(ii) اس اشتعال انگیزی کے باوجود امریکہ نے یہ واضح بیان دیا ہے کہ ایران سے ایٹمی معاملات پر تنازعات قوت سے نہیں بلکہ سفارت کاری سے حل کئے جائیں گے۔

(iii) ایران نے مقتدیٰ الصدر سے رابطہ کیا ہے اور اس کے رویہ میں لچک پیدا ہوئی ہے بہر حال وہ فیصلہ مقامی حالات کو مدنظر رکھ کر کریں گے۔

(iv) پاک بھارت مذاکرات اور مفاہمت سے امریکہ نے یک دم ہاتھ کھینچ لیا ہے۔

(v) پاکستان نے بلوچستان میں تین نئی چھاؤنیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ان پر انتہائی تیزی سے کام شروع ہو گیا ہے۔

(vi) بلوچ سردار ان چھاؤنیوں کی شدت سے مخالفت کر رہے ہیں۔

(vii) مشرف امریکہ تعلقات میں قدرے سردمہری محسوس کی جا رہی ہے۔ عین ممکن ہے یہ محض قیاس ہو' بہر حال اس قیاس آرائی کی مضبوط بنیادیں موجود ہیں۔

❁ ❁ ❁

اطلاعِ عام

رفقاء واحباب مطلع رہیں کہ 2004ء کا کل پاکستان اجتماع عام

(جس میں تمام ملتزم ومبتدی رفقاء شریک ہوں گے)

ان شاء اللہ العزیز 7 تا 9 اکتوبر (بروز جمعرات' جمعہ' ہفتہ)

2004ء فردوسی فارم سادھوکے میں منعقد ہوگا۔

اجتماع کا آغاز ان شاء اللہ 7 اکتوبر (جمعرات)

4 بجے سہ پہر ہوگا اور 9 اکتوبر (ہفتہ) نماز ظہر تک جاری رہے گا۔

مرزا ایوب بیگ امیر حلقہ لاہور ڈویژن کو اس اجتماع کا ناظم مقرر کیا گیا ہے۔

اجتماع سے متعلق مزید تفصیلات ندائے خلافت کے آئندہ شماروں میں آتی رہیں گی۔ لہٰذا رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ ہفتہ وار ندائے خلافت کا توجہ سے مطالعہ کرتے رہیں۔

منجانب: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

ضرورت اکاؤنٹس اسسٹنٹ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبہ حسابات میں کام کرنے کے لئے ایک

"اکاؤنٹس اسسٹنٹ"

کی ضرورت ہے۔ اہلیت کی شرائط درج ذیل ہیں:

☆ جنس: مرد
☆ تعلیمی قابلیت: بی کام (کمپیوٹر پر کام کرنے کی استعداد کے ساتھ)
☆ عمر کی زیادہ سے زیادہ حد: 30 سال

عملی میدان میں کام کرنے کا سابقہ تجربہ لازمی نہیں ہے۔ حال ہی میں تعلیم مکمل کرنے والے نوجوانوں کو ترجیح دی جائے گی۔ خواہش مند حضرات اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی درخواستیں 15 ستمبر 2004ء تک اس پتہ پر ارسال کریں

(ٹائپ یا کمپوز شدہ درخواستوں کو زیر غور نہیں لایا جائے گا)

ناظم اعلیٰ' مرکزی انجمن خدام القرآن' 36-K' ماڈل ٹاؤن' لاہور

رفقاء متوجہ ہوں

سال رواں کی آخری ہفت روزہ مبتدی + ملتزم تربیت گاہ

انشاء اللہ 12 ستمبر 2004ء بروز اتوار نماز عصر سے مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں منعقد ہو رہی ہے۔ رفقاء زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرمائیں۔

نوٹ: موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

چودہ اگست کو یوم آزادی کے حوالے سے ہمارے اخبارات اور برقیاتی ذرائع ابلاغ نے تحریک پاکستان کے سربرآوردہ کارکنوں سے خصوصی ملاقاتوں اور انٹرویوز کا اہتمام کیا تھا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور روزنامہ ''انصاف'' نے بانی امیر ''تنظیم اسلامی'' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے مفصل انٹرویو شائع کئے تھے۔ یہاں روزنامہ 'انصاف' والا انٹرویو نقل کیا جا رہا ہے۔

اب صرف توبہ کی گنجائش ہی باقی ہے

مکالمت و تحریر: ندیم اپل

س : ڈاکٹر صاحب' یہ تو طے شدہ ہے کہ آپ عمر میں پاکستان سے بڑے ہیں۔ اس حوالے سے کچھ یاد ہے آپ کو جب پاکستان بن رہا تھا آپ کی شعوری پختگی کس حد تک تھی۔ اسی حوالے سے جشن آزادی کے موقع پر ماضی کے کچھ تاریخی حالات وواقعات کی نقاب کشائی ہو جائے؟

ج: اس کا صحیح تعین کرنا تو مشکل ہے مگر مجھے اتنا یاد ہے کہ اس وقت میری عمر **6** برس تھی۔ یہ غالباً **1938**ء کی بات ہے جب میں نے دو عظیم شخصیات علامہ اقبال اور مصطفیٰ کمال پاشا کے انتقال کو ایک بڑے صدمے کے طور پر محسوس کیا۔ اسے آپ نیم شعور کہیں یا لاشعور کہیں ویسے میں نے اپنی کچھ شعوری اور کچھ نیم شعوری زندگی کی ابتداء پانچویں جماعت سے ہی کر دی تھی جب مجھے میرے بڑے بھائی نے بانگ درا لا کر دی وہ اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے' بانگ درا کے مطالعہ سے میرے اندر ایک ملی جذبہ پیدا ہوا۔ میرا جو ہائی سکول کا دور ہے وہ علامہ اقبال کی اردو شاعری کو اور حفیظ جالندھری کے شاہنامہ کو پڑھتے ہوئے گزرا اور پھر یہ کہ مولانا مودودیؒ کے ابتدائی کتابچے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی خاصی تحریریں بھی میں نے پڑھیں۔ علامہ اقبال سے مجھے ایک قلبی ذہنی نفسیاتی ہم آہنگی ہو گئی تھی۔ اس کی بناء پر قدرتی طور پر میں تحریک پاکستان سے متفق ہی نہیں بلکہ اس کا گرویدہ تھا اور ایک ننھے سے کارکن کے طور پر اس میں شریک تھا۔ چنانچہ جب میں نویں یا دسویں جماعت کا طالب علم تھا تو حصار ڈسٹرکٹ مسلم فیڈریشن کا میں جنرل سیکرٹری تھا کیونکہ ضلع حصار میں کوئی گورنمنٹ کالج یا اسلامیہ ہائی سکول بھی نہیں تھا۔ میں بطور جنرل سیکرٹری مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن دورے اور تقریریں بھی کیا کرتا تھا۔ پھر **1946**ء میں ہماری مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک بہت بڑا جلسہ حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں ہوا تھا جس میں قائداعظم نے شرکت کی۔ مندوب کے طور پر میں بھی اس میں شریک تھا۔ تاہم یہ کہنا چاہوں گا کہ ہائی سکول کے دور سے ہی میں مولانا مودودی سے بھی متاثر تھا چنانچہ میرا معاملہ یہ ہوتا تھا کہ سٹوڈنٹ فیڈریشن مسلم لیگ کے حلقوں میں مولانا مودودیؒ پر جو تنقید ہوا کرتی تھی میں اس کا دفاع کیا کرتا تھا لیکن جب جماعت اسلامی کے حلقوں میں بات ہوتی تھی تو میں فیڈریشن آف مسلم لیگ کو **Defend** کیا کرتا تھا۔

س : جس ماحول میں آپ نے آنکھ کھولی کیا وہ خالصتاً مذہبی ماحول تھا یا محض آپ کا رجحان ہی دین اور مذہب کی طرف تھا؟

ج: میری والدہ صاحبہ بہت زیادہ مذہبی مزاج کی خاتون تھیں۔ ان کا تعلق قریشی صدیقی خاندان سے تھا۔ البتہ والد صاحب کا اتنا زیادہ مذہبی رجحان نہیں تھا۔ اگرچہ میرے دادا حاجی تھے اور اس زمانے میں حج کرنا کوئی اتنا آسان کام نہیں تھا۔ بہرحال ہمارے گھر کا ماحول زیادہ تر مذہبی نہیں تھا۔ مگر یہ کہ نماز روزے کی پابندی تھی۔

س: گویا آپ کی تربیت میں زیادہ آپ کی والدہ کا حصہ ہے؟

ج : جی ہاں میری والدہ کی میری تعلیم و تربیت میں زیادہ توجہ تھی۔

س: والد صاحب کیا ملازم پیشہ تھے۔

ج : والد صاحب ملازم پیشہ تھے۔ جب پاکستان بنا تو اس وقت وہ ڈی سی کے ریڈر تھے۔ اس زمانے میں ڈی سی شیخ انوار الحق تھے جو بعد میں چیف جسٹس آف پاکستان بنے اور انہوں نے پورے حصار ضلع کے جو سینئر اہلکار تھے ان کو بلوا کر انٹرویو کے بعد والد صاحب کو منتخب کیا تھا۔

س : آپ نے پاکستان اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا۔ اس وقت ایک اسلامی مملکت بننے کا جو تصور آپ کے ذہن میں تھا اور آج جب آپ پاکستان کو دیکھتے ہیں تو آپ کے دل کو ایک دھچکا سا نہیں لگتا؟

ج : یہ دھچکا تو ہمیں پہلے دن ہی لگ گیا تھا۔ ہمارا خاندان جب پیدل اور بیل گاڑیوں پر مشتمل قافلے کے ساتھ **20** دن میں **170** میل کا سفر طے کر کے آگ اور خون کے دریاؤں سے گزر کر سلیمانکی ہیڈ ورکس سے پاکستان میں داخل ہوا اور وہاں سے ایک ٹرک کرائے پر حاصل کر کے ہم اوکاڑہ پہنچے۔ تو اوکاڑہ پہنچ کر اس وقت ہمیں شدید دھچکا لگا جب ہم نے دیکھا کہ بازار میں بڑی اونچی آواز میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ چل رہی ہے اور ہر طرف فلمی پوسٹرز لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہم نے جو سمجھا تھا کہ پاک سرزمین میں جا رہے ہیں اور ہم نے اسلام کے لئے کام کیا ہے بھاگ دوڑ کی ہے تو اس اعتبار سے وہ پہلا دھچکا ہی بہت شدید تھا۔ اب تو معاملہ یہ ہے کہ میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ پاکستان اپنی وجہ جواز کھو چکا ہے۔ اس کا جواز صرف اسلام کی بنیاد پر تھا اور اسلام سے ہم نے روگردانی کی ہے۔ ہم نے اسلام کا عدل اجتماعی قائم کیا اور نہ ہی اسلام کا قانون شریعت نافذ کیا۔ میں ان دو چیزوں کی الگ الگ وضاحت کرنا چاہوں گا۔ قانون جو ہے وہ نظام کو سپورٹ کرتا ہے نظام اگر ظالمانہ اور استحصالی ہو تو اس صورت میں اگر قانون اچھے سے اچھا بھی ہو تو وہ نظام کو ہی سپورٹ کرے گا۔ لہٰذا یہاں پر اسلام کا نظام نافذ ہونا چاہئے۔

س : آپ نے قائداعظم کو بڑے قریب سے دیکھا اور سنا ان کی شخصیت کے بارے میں آپ کے کیا مشاہدات ہیں کیا وہ واقعی پاکستان کو ایک خالصتاً اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ ان کے مخالفین تو ان کے غیر اسلامی نظریات کے بارے میں آج بھی بہت کچھ کہتے ہیں۔

ج : قائداعظم کے بارے میں میری ایک رائے یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت میں دین کا کوئی حصہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس اعتبار سے یہ دو شخصیات ایک دوسرے کی ضد

تھیں۔علامہ اقبال کے والد ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ ان کی والدہ بہت نیک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں اور دوسری بات یہ کہ ان کو ابتدا ہی سے استاد علامہ میر حسن جیسے ملے جبکہ عربی اور فارسی ان کی تعلیم کی بنیاد رہی۔مگر قائداعظمؒ بالکل اس کے برعکس تھے۔دوسرا یہ کہ تحریک مسلم لیگ میں قائداعظمؒ کی شمولیت خاصی لیٹ ہوئی۔ 1906ء میں جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو قائداعظمؒ ہندوستان میں تو تھے مگر مسلم لیگ میں شامل نہیں تھے۔وہ دادا بھائی کے سیکرٹری تھے اور کانگریس کے ممبر تھے۔

علامہ اقبال اس وقت یورپ میں تھے لہٰذا وہ بھی 1906ء میں مسلم لیگ میں شریک نہیں ہو سکے پھر 1913ء میں مولانا محمد علی جوہر کے کہنے پر قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی ممبر شپ اختیار کی لیکن اس کے بعد بھی وہ مسلسل کانگریس کے ممبر بھی رہے اور مسلم لیگ کے بھی ان کی آخری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح ہندو قیادت کسی ایسے حل کے اوپر مطمئن ہو جائے یا تیار ہو جائے کہ جس میں مسلمانوں کے حقوق کو تحفظ حاصل ہو جائے۔لہٰذا انہیں سروجنی نائیڈو کی طرف سے ''ہندو مسلم اتحاد کے سفیر'' کا خطاب ملا تھا۔اس وقت تک اسلام کے حوالے سے قائداعظمؒ کی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی پھر وہ ان معنوں میں مایوس ہو کر یہاں کوئی بہتری کی امید نہیں ہے۔انگلینڈ چلے گئے اور وہاں اپنی پریکٹس شروع کر دی۔پھر وہیں پر سکونت پذیر ہو گئے۔اس زمانے میں ایک صاحب ایس ایم اکرام ہوا کرتے تھے جن کی کتابیں بھی بہت مشہور ہیں۔وہ آکسفورڈ میں پڑھا رہے تھے۔انہوں نے قائداعظمؒ سے سوال کیا ''جناح صاحب آپ کی مسلمانان ہند کو ضرورت ہے مگر آپ یہاں آکر بیٹھے ہوئے ہیں۔'' ان کا یہ جملہ بڑا تاریخی ہے کہ Hindus are in Correctable یعنی ہندو ناقابل اصلاح ہیں اور مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کا لیڈر جو بات صبح مجھ سے کرتا ہے وہ شام تک ڈپٹی کمشنر یا گورنر کو بتا دیتا ہے۔تو یہ ان کی مایوسی کا عالم تھا مگر اس اثناء میں جو ایک Phenomen پیدا ہوا وہ یہ تھا۔ 1906ء سے 1930ء تک مسلم لیگ ایک منفی موقف پر قائم تھی۔وہ منفی موقف یہ تھا کہ ہمیں خوف ہے کہ ہندو ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرے گا اور اگر ایک وحدت کی حیثیت سے ہندوستان آزاد ہوا تو ہمیں بھی معاشی، مذہبی اور سیاسی طور پر Expliote کیا جائے گا۔لیکن اس اثناء میں علامہ اقبالؒ جب 1908ء میں یورپ سے واپس آئے تو ان کی ملی شاعری نے ہندوستان میں ایک فضا پیدا کر دی تھی۔یعنی ایک امید کی سی کیفیت کہ اسلام دنیا میں دوبارہ غالب ہوگا اور اسلام کا احیا ہوگا اور جب انہیں 1930ء میں آل مسلم انڈیا کے الہ آباد میں منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کا موقع ملا وہاں انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں ایک کام تو یہ کیا کہ مسلم نیشن کے جو Social Rules ہیں۔ ان کی بنیاد پر ثابت کیا کہ مسلمان قومیت ایک علیحدہ قومیت ہے وہ کسی وطنی قومیت میں ضم یا گم نہیں ہو سکتی۔یہ علامہ صاحب کا بہت بڑا کارنامہ تھا اور یہی بنیاد ہی بعد میں مسلمان قوم کی تحریک پاکستان کی۔علامہ صاحب کی یہ تجویز نہیں بلکہ پیشن گوئی تھی کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہوگی اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر بدنما داغ اور دھبے دور ملوکیت میں آگئے تھے کیونکہ مسلمانوں کا ایک دور خلافت راشدہ ہے۔پھر دور بنو امیہ کے بعد بنو عباس ہو یا خلفائے آل عثمان ترک ہو۔یہ سب بادشاہ تھے لہٰذا انہوں نے ملوکیت کے دور میں مسلمانوں کے چہرے پر جو بدنما داغ آگئے تھے ان کو ہٹا کر دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے۔یہ ایک Positive انجکشن تھا جو تحریک مسلم لیگ میں لگا دیا گیا کہ یہ محض خوف والی بات نہیں تھی بلکہ اگر مثبت طور پر اسلام کا احیا کرنا ہے تو پھر یہی انجکشن علامہ اقبالؒ نے 1932ء میں لندن میں جا کر قائداعظمؒ کو لگایا جب وہ گول میز کانفرنس کے لئے گئے تھے تو قائداعظمؒ اس میں مدعو نہیں تھے وہ سیاست سے ریٹائر ہو چکے تھے مگر جب علامہ وہاں گئے تو انہوں نے قائداعظمؒ سے ملاقاتیں کیں اور اس بات کا انجکشن لگایا کہ آپ مسلمانوں میں احیائے اسلام کا جذبہ پیدا کریں۔ مسلمانوں کو جمع کریں اور آپ ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی قیادت کریں۔

س: گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہوا کہ پاکستان کو اسلام اور نظریاتی ریاست بنانے میں قائداعظمؒ سے زیادہ علامہ اقبالؒ کی خدمات تھیں؟

ج: جی ہاں بالکل، اس میں اصل علامہ کی کوششوں کو دخل تھا۔وہ مفکر و مصور و مبشر پاکستان تھے یعنی بشارت دینے والے جہاں تک قائداعظمؒ کی ذات کا تعلق ہے تو وہ نہ مفکر تھے نہ مصور تھے بلکہ وہ ایک عمدہ وکیل تھے اور یہ کہ وہ ایک عمدہ سیاستدان اور عمدہ States man تھے۔دوسری بات یہ کہ ان کی شخصیت بے داغ تھی۔ان کا ظاہر و باطن ایک تھا اور وہ بکنے والا تھا اور نہ ہی جھکنے والا تھا۔انہیں بہترین خراج عقیدت مولانا سید پیر جماعت علی شاہ نے پیش کیا تھا۔ان سے کسی نے کہا کہ آپ نے اتنے بڑے روحانی بزرگ ہو کر ڈاڑھی منڈے کے ہاتھ بیعت کر لی جس پر پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے کہا کہ میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے میرا تو ہندو کے ساتھ قومی مقدمہ ہے اور مجھے اس کے لئے وکیل چاہئے اور وکیل ایسا ہونا چاہئے جو ماہر بھی ہو اور بکنے والا بھی نہ ہو بس ایسا وکیل ہے محمد علی جناح جسے میں نے وکیل کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے مگر پھر 1937ء سے لے کر 1947ء تک قائداعظمؒ نے جس طریقے سے اسلام کا ڈنکا بجایا وہ بہت اہم ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کسی صورت بھی 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کو وہ اکثریت حاصل نہ ہو سکتی جو ہوئی۔اس لئے کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ کیوں دیا وہ تو پاکستان میں نہیں آسکتے تھے۔یو پی، بہار، ہو سی پی، مدراس یا بمبئی ہو مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے ووٹ کیوں دیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے صرف اسلام کے نام پر ووٹ دیا کہ چلیے۔

جو ہم پر گزری سو گزری مگر شب ہجراں
ہمارے اشک تیری عاقبت سنوار چلے

مقصد یہ کہ تم جاؤ اور جا کر احیائے اسلام کرو۔اس میں جو اصل رول ہے وہ علامہ اقبالؒ کا ہے لیکن اصل معمار بانی پاکستان قائداعظمؒ ہیں۔

س: مسلم لیگ نے پاکستان بنا دیا تو اس کا اہم کردار اپنے اختتام کو پہنچا مگر قائداعظم کے بعد مسلم لیگ کے اتنے ٹکڑے ہو گئے کہ ان کو انگلیوں پر گننا مشکل ہے مثلاً مسلم لیگ، کونشن لیگ، قیوم لیگ، (ن) لیگ، (ق) لیگ اور دیگر بہت سی لیگیں؟

ج: یہ تو آپ بہت بعد کی باتیں کر رہے ہیں۔سب سے پہلے تو عوامی مسلم لیگ بنی پھر جناح مسلم لیگ پھر ان دونوں کی آپس میں شادی ہو گئی اور ''جناح عوامی مسلم لیگ'' قائم ہوئی۔

س: آپ کے خیال میں اس وقت اصل مسلم لیگ کا کوئی وارث موجود ہے؟

ج: کوئی بھی نہیں ہے۔

س: پھر یہ کون لوگ ہیں کہ جنہوں نے مسلم لیگ کو اتنے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے؟

ج: اصل میں مسلم لیگ کے نام کی تھوڑی سی قدر و قیمت ہے چونکہ یہ پاکستان بنانے والی جماعت ہے لہٰذا اس نام کو یہ لوگ استعمال کرنا چاہتے ہیں اصل مسلم لیگ سے ان کا کیا سروکار ہے۔مثالی ریاست کی طرف تو کسی نے بھی پیش قدمی نہیں کی۔

س: اس وقت ملک کی موجودہ صورتحال خاصی تشویشناک نظر آرہی ہے۔حکمران مکمل طور پر سیکورٹی کے حصار میں ہیں۔جبکہ عوام ڈاکوؤں کے نرغے میں پھنسے ہیں۔حکمران اپنی سلامتی کے لئے فکرمند ہیں اور عوام اپنے جان و مال کے تحفظ کے لئے خوف زدہ ہیں۔آج جبکہ پاکستان کو قائم ہوئے 57 برس ہو چکے ہیں۔آپ پاکستان کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟

ج: میں پاکستان کا جو مستقبل دیکھ رہا ہوں وہ بہت تلخ ہے۔ میں حال ہی میں ایک تحریر پڑھ چکا ہوں کہ کیا پاکستان کے

خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔ Come down of the end of Pakistan اور میرا جواب یہ ہے کہ ہو چکی ہے۔ البتہ ابھی ایک دروازہ کھلا ہے جسے میں توبہ کا نام دیتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں بعد میں بیان کروں گا مگر اس وقت زمین پر جو حالات اور حقائق ہیں۔ یعنی Facts of the grounds ہیں اس کے اعتبار سے تو اب توبہ کی گنجائش ہی باقی بچی ہے۔

س: اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم اب مایوس ہو جائے؟

ج: سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ قوم نام کی کوئی شے موجود ہے۔ میرے خیال میں اس وقت قوم نام کی کوئی شے موجود نہیں ہے کیونکہ ہماری قومیت کی بنیاد اسلام تھی اس کی بنیاد پر ہم نے پاکستان حاصل کیا مگر اسلام سے ہم نے پہلے دن سے ہی منہ پھیر لیا۔ لہٰذا اس اعتبار سے ہماری جو قوم تھی وہ قومیتوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ کوئی پاکستانی قوم نہیں ہے اس وقت کوئی سندھی ہے' کوئی بلوچی' کوئی مہاجر' کوئی پنجابی' کوئی پختون اور سرائیکی ہے۔ یہ تو سب قومیتیں ہیں یہ ایک قوم تو نہ ہوئی۔

س: یہ کہاں تک درست ہے کہ اس وقت ملک میں لیڈر شپ کا فقدان ہے کیونکہ قوموں کو بنانے والے اور اپنے ساتھ لے کر چلنے والے تو لیڈر ہی ہوتے ہیں؟

ج: پاکستان میں تو بہت سی کمیاں ہیں۔ لیڈر شپ کی کمی ہے' دیانت' امانت اور صداقت کی کمی ہے۔ آخر آپ کس کس چیز کا رونا روئیں گے۔ وہ اقبالؒ نے جو کہا تھا

سبق پھر پڑھ شجاعت کا عدالت کا صداقت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہ ساری چیزیں تو ہم نے چھوڑ دیں۔ ہماری سب سے پہلی کمی ہماری بنیاد کا ختم ہو جانا ہے۔ آپ نے اسلام کی بنیاد پر ہی یہ ملک بنایا تھا۔ اس تقسیم کا کوئی اور جواز نہیں تھا۔ اتنی خونی تقسیم اتنی تباہ کن تقسیم تاریخ کے اندر آپ کو اس کی کوئی مثال نہیں ملے گی۔ لاکھوں آدمی مرے کروڑوں آدمی ادھر سے ادھر ہو گئے۔ مغربی پنجاب مسلمانوں سے اور مشرقی پنجاب ہندوؤں سے خالی ہو گیا۔ یہ تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ ہزاروں عورتیں اغوا ہوئیں۔ ادھر ہندو اور ادھر مسلمان اور یہ سارا کچھ جو ہے اسلام کے نام پر ہوا اور ہم نے اسلام کے لئے جو پہلی اینٹ رکھی وہ قرارداد مقاصد کی صورت میں تھی۔ اس کے بعد سے اس کی طرف ہماری کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ لہٰذا جب جڑ ہی نہ ہو آپ کے پاؤں تلے زمین ہی نہ ہو تب کیا ہوگا۔ کیونکہ ہر شے تو زمین سے ہی اگتی ہے۔ آپ قیادت کا رونا رو رہے ہیں تو قیادت کہاں سے آ جائے گی کیونکہ اس قوم کی تو کوئی بنیاد اور کوئی جڑ ہی نہیں۔

س: اس وقت ایک تو مسلمان پوری دنیا میں دہشت گردی کے حوالے سے بدنام ہو گئے ہیں کہ صیہونی قوتوں نے جہاد کرنے والوں پر دہشت گردی کا لیبل لگا کر ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ بھارت کے ساتھ جو دوستیاں ہو رہی ہیں یہاں آنے والے بھارتی فنکاروں کی راہ میں پلکیں بچھائی جاتی ہیں آخر یہ سارے حالات و واقعات ہمیں کس طرف لئے جا رہے ہیں؟

ج: یہ تو میں بتا ہی چکا ہوں کہ یہ End of Pakistan ہے کیونکہ مثبت اساس ہم نے ختم کر دی۔ جبکہ منفی اساس تھی ہندو کا خوف۔ بھارت سے جو بھی آتا ہے چاہے وہ ایکٹر یا ایکٹریس ہوں' چاہے صحافی ہوں' دانشور ہوں سب محبت کا پیغام لے کر آ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان سے محبت کے زمزمے بہتے ہوئے آ رہے ہیں۔ اگر وہ سلسلہ ہے تو منفی بنیاد بھی ختم ہو جائے گی۔ ہمارا نوجوان یہ سوچے گا کہ ہم کاہے کے لئے علیحدہ ہیں۔ وہی اردو زبان وہ بولتے آ رہے ہیں۔ اردو کی فلمیں وہاں بنتی ہیں۔ پھر ادھر پنجابی اور ادھر بھی پنجابی۔ یہ بھی آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ پتنگ اڑانے کے لئے اُدھر سے ادھر آ جاتے ہیں۔

کلچر تو اب تبدیل ہو رہا ہے چونکہ ہمارے کلچر کی بنیاد اسلامی تھی وہ تو اب رہا ہی نہیں۔ وہی بے حیائی' وہی بے پردگی' وہی عریانی اور وہی فحاشی' وہی شراب نوشی اور وہی رقص وسرور جو وہاں ہے' وہ یہاں بھی ہے۔ جو بینکنگ سسٹم وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ جو سرمایہ داری وہاں ہے وہی ہمارے ہاں ہے بلکہ وہ اس معاملے میں ہم سے اس اعتبار سے بہتر ہیں کہ انہوں نے کم از کم جاگیرداری اور بڑی زمینداری کا تو خاتمہ کر دیا۔ اس سے وہاں عوامی سیاست آ گئی۔ وہ پہلے دن سے ہی دو باتوں میں ہم سے ایسی بازی لے گئے کہ ہم اس وقت ان کے گرد راہ بھی نہیں ہیں۔ ایک تو انہوں نے جھٹ پٹ آئین بنا ڈالا اور اپنی گاڑی اسی ریل کی پٹری کے اوپر چڑھا دی وہ آج تک وہاں سے اتری نہیں ہے۔ اس کے اندر سب کچھ ہو رہا ہے۔ اگر کسی جگہ تحریک اٹھتی ہے کہ ہمارا صوبہ علیحدہ کر دو تو ٹھیک ہے اگر واقعی دو چار سو آدمیوں نے جانیں دے کر ثابت کر دیا کہ وہ مخلص ہیں تو ٹھیک ہے۔ ان کی بات اگر وہاں ایک سال کے لئے ایمرجنسی لگی تھی تو وہ بھی آئین کے تحت تھی وہاں ماورائے دستور کوئی کام نہیں ہوا۔ دوسری اہم بات یہ کہ انہوں نے جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا اور عوامی سیاست آ گئی۔ وہاں لالو پرشاد جیسا آدمی وہاں صوبے کا وزیر اعلیٰ بن سکتا ہے اگر وہ نہ بنے تو اس کی بیوی رابڑی دیوی بن جاتی ہے جو کہ چٹی ان پڑھ ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ وہاں عوامی دور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت ہم بڑے شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ ایک بحران کی کیفیت ہے اور اس میں نجات کی راہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے ''لفظ توبہ'' وہ توبہ ایک دستور ملک کی سطح پر ہو اور ایک عوام کی سطح پر۔ ملک کے دستور میں اسلام ہے قرارداد مقاصد کی دفعہ 227 اور شریعت کورٹ ہے۔ کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی ہے لیکن ساتھ ہی ایسے چور دروازے ہیں کہ جن سے یہ غیر موثر ہو گئے لہٰذا ان چور دروازوں کو بند کیا جائے۔ اگر آئین میں یہ ترمیم کر دی جائے تو گویا یہ حکومتی سرکاری اور ریاستی سطح پر توبہ ہو جائے گی اور عوامی سطح پر توبہ یہ ہے کہ عوام طے کریں اللہ کی جناب میں کہ ہماری زندگی میں جو بھی حرام شے ہے ہم اس سے باز آ جائیں۔ ہم یہ سودی لین دین چھوڑ دیں' بے پردگی ترک کر دیں' ہم دعا کریں کہ اے اللہ ہماری توبہ قبول فرما اور ہمیں یہ ہمت اور توفیق دے کہ ہم اس ملک کے اندر اسلامی نظام قائم کریں پھر اس کے لئے ہم کسی نہ کسی ایسی جماعت میں شریک ہو جائیں کہ جو اسلام کو قائم کرنے کی مدعی ہو' وہ جماعت کوئی سی بھی ہو سکتی ہے جس کے طریقہ کار سے عوام متفق ہو جائیں۔

س: دنیا کے ملکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اقوام اس قسم کی خوفناک صورتحال سے اپنے اعمال کی وجہ سے دوچار ہوتی ہیں تو اس کا مسئلہ کسی عذاب سے حل ہوتا ہے یا کسی انقلاب سے اس کا سدباب ہوتا ہے آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بھی ایسے ہی کسی انقلاب کی ضرورت ہے؟

ج: اصل میں جو بات آپ کہہ رہے ہیں یہ میں آج سے پندرہ سال پہلے لکھ کر چھاپ چکا ہوں۔ میں نے اس سلسلے میں 1992ء میں کہا تھا کہ پاکستان کے مستقبل کے تین سناریوز میرے سامنے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے کوئی آثار اور کوئی امید نہیں کہ قوم اجتماعی طور پر توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ وہی معاملہ کرے جو قوم حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے مگر جب قوم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کو واپس بلا لیا۔ دوسرا یہ کہ ہمیں ایک زوردار جھٹکا لگے ہم جاگیں۔ یہ قرآن کا فلسفہ ہے۔ ''ہم انہیں آخری اور بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذابوں کا مزہ چکھائیں گے تاکہ شاید کہ جاگ جائیں۔'' (قرآن حکیم)

ایک چھوٹا عذاب ہم پر 1971ء میں آ چکا ہے لیکن وہ یہاں سے ہزار میل دور تھا۔ اس وقت ہم نے محسوس نہیں کیا۔ لہٰذا کوئی ایسا چھوٹا عذاب آ جائے جو ہمیں جگا دے کہ یہ بھی اللہ کی ہم پر بہت بڑی رحمت ہوگی اور تیسری بات یہ کہ ہماری ایک مکمل تباہی ہو اور ہندو ہمارا خون پیئے اور پی کر خوب سیر ہو جائے وہ اتنا خون پیئے کہ ان کی مسلمان کے ساتھ ہزار سالہ دشمنی ہے۔ جس کے بارے میں اندرا نے 1971ء میں کہا تھا کہ ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا دیا ہے۔ تو ہندو جب ہمارا خون پی کر سیر ہو جائیں تو پھر وہ اسلام لے آئیں گے لیکن اسلام کا احیا ہو

گا اس جگہ سے۔ یہ ہیں تین سناریوز اب اس وقت ہم ایک طرف عذاب الٰہی کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن میں اس کو بالکل ہی خارج از بحث نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی رحمت خصوصی ہو جائے کہ حالات بدلیں اور عوام کے اندر کوئی اسلامی انقلاب ضرور پیدا ہو جائے ورنہ یہاں اور کسی انقلاب کا کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں اگر آئے گا تو اسلامی انقلاب ہی آئے گا۔ جس سے یا تو معاملات سدھر جائیں گے اور یا پھر ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا جیسا کہ ڈاکٹر ابو معالی سید نے ایک کتاب مکمل کی تھی' جو 1992ء میں منظر عام پر آئی تھی جس کا نام تھا The twin eras of Pakistan یعنی کبھی فوجی اور کبھی سول مطلب کہ یہ جڑواں بچے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے کہا تھا کہ 2006ء میں پاکستان آٹھ ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہوگا۔ تو یہ ہے صورتحال بقول شاعر ؎

سن تو سہی جہاں میں ہیں تیرے فسانے کیا

س: حال ہی میں بی بی سی اردو ڈاٹ کام سروس نے پاکستانیوں کو ایک دلچسپ موضوع پر انعامی مضمون لکھنے کی دعوت دی ہے جس کا عنوان ہے ''2047ء میں پاکستان کیسا ہوگا'' اگر آپ سے اس کا جواب پوچھا جائے تو وہ کیا ہوگا؟

ج: دونوں ہی امکانات ہیں۔ ایک یہ کہ (خاکم بدہن) یا تو پاکستان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ پچھلی صدی میں عظیم سلطنت عثمانیہ اب دکھائیں کہ دنیا کے نقشے پر کہاں ہے۔ جو کہ براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔ پورا شمالی افریقہ' پورا مغربی ایشیا اور مشرقی یورپ اور اس صدی کے آخر میں USSR ''دی گریٹ سوویت یونین'' اب کہاں ہے یہ تو ہوتا ہی ہے۔ یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ ملک دنیا کے نقشے پر وجود کے اعتبار سے تو قائم رہیں مگر معنوی اعتبار سے ختم ہو جائیں اور پاکستان انڈیا کے تحت ہو جائے جیسا کہ نیپال ہے۔ رقبے کے اعتبار سے دس بیس گنا مگر معنوی حیثیت سے نیپال ہی کے درجے کا ہو جائے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسلام کا یہاں سے احیاء ہو پاکستان افغانستان ایک ہوں اور یہیں سے اسلام کا خلافت کا نظام شروع ہو اور وہ پوری دنیا میں پھیلے حالات کے اعتبار سے تو میں واقعی بہت پریشان اور خوف زدہ ہوں مگر اس کے باوجود ہمیں اچھی امید ہی رکھنی چاہیے۔

س: ڈاکٹر صاحب یہ تو ملک قوم اور سیاست کی بات ہو گئی۔ اللہ نے چاہا تو ان شاء اللہ آئندہ بھی ایسے موضوعات پر آپ سے گفتگو ہوتی رہے گی آپ یہ فرمائیے کہ زمانہ طالب علمی میں نصاب سے ہٹ کر آپ کی کس قسم کی مصروفیات اور مشاغل تھے؟

ج: آپ کس زمانے کی بات کر رہے ہیں۔

س: میری مراد سکول اور کالج کے دور سے ہے۔

ج: سکول کی سطح پر میں کبڈی کا کھیل کھیلا کرتا تھا۔ کبھی کبھار کرکٹ بھی کھیل لیا کرتا تھا۔ مگر میں ایسا نوجوان تھا جو ہر وقت سوچوں میں گم رہتا تھا۔ میں طالب علم اچھا تھا ہمیشہ امتحان میں اول آیا کرتا تھا میں نے پرائمری میں سکالرشپ حاصل کی۔ مڈل میں سکالرشپ لیا' میٹرک میں بھی بہت اچھی پوزیشن لی۔ میڈیکل کالج کے فرسٹ ایئر میں وظیفہ حاصل کیا۔ سکینڈ ایئر میں بھی وظیفہ لیا۔ اس کے علاوہ میری ایک ہابی سینما بینی بھی تھی۔ میں ہائی سکول کے زمانے میں سینما کا بہت شوقین تھا۔ کالج میں بھی آنے کے بعد ایک سال تک فلم بینی کا شوق چلا رہا مگر پھر جب میں جمعیت طلباء کے ساتھ وابستہ ہو گیا تب میری ساری توجہ دین کے ساتھ ہو گئی۔

زمانہ طالب علمی میں موسیقی سے بھی بہت دلچسپی تھی یہ ان معنوں میں نہیں کہ میں کچھ گاؤں بجاؤں مگر سننے کی حد تک یقیناً میوزک سے دلچسپی تھی۔ میوزک سننا میرا بہت بڑا شوق تھا۔ آج بھی یہ حال ہے کہ گلوکار کے ایم سہگل کی آواز کہیں میلوں سے آ رہی ہو میرے کان میں آ جائے گی۔

س: آپ نے فرمایا کہ زمانہ طالب علمی میں آپ کو فلم بینی کا شوق تھا کس اداکار یا اداکارہ کی فلمیں زیادہ پسند تھیں؟

ج: ایک تو اداکار آج بھی موجود ہے۔ میری مراد دلیپ کمار سے ہے۔ راجکپور بھی پسند تھا اس کے علاوہ سہراب مودی پرڈیوسر اور اداکار بھی تھا۔ اس کے علاوہ گانے والیوں میں نور جہاں' خورشید کانن بالا پسند تھیں مگر کے ایم سہگل میرا سب سے پسندیدہ گلوکار تھا۔ البتہ اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہوں کہ موسیقی سے مجھے جو شغف تھا اسے میں نے قرأت میں Convert کر لیا۔ میں مصری قراء کا عاشق ہوں اور سردیوں کی راتوں میں گیارہ گیارہ بجے تک مصر اور قاہرہ سے آدھے گھنٹے کی جو قرأت نشر ہوتی تھی وہ سنا کرتا تھا۔ یوں میں نے موسیقی کے شوق کو قرات کے شوق میں ڈھال لیا۔

س: شرارت کرنا بچے کی فطرت میں شامل ہے آپ کس قسم کی شرارتیں کیا کرتے تھے؟

ج: میں خاص کر ضدی قسم کا بچہ تھا اور اپنے بہن بھائیوں سے لڑائی جھگڑا بھی کیا کرتا تھا۔ والدین کا تاثر یہ تھا کہ میں ذہین بہت ہوں اس لئے وہ مجھے بہت زیادہ رعایتیں دے دیا کرتے تھے۔ مجھے اپنی زندگی میں صرف ایک تھپڑ یاد ہے جو میری والدہ نے مجھے مارا تھا۔ جبکہ والد نے مجھے کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ البتہ میرے بڑے بھائی کی میرے والد صاحب نے کئی بار بڑی زوردار پٹائی کی تھی۔ بس اس طرح کے حالات تھے۔

س: عشق اور محبت دو فطری جذبے ہیں کوئی آدمی اس سے بھاگ سکتا ہے اور نہ ہی انکار کر سکتا ہے۔ نوجوانی کے دور میں اکثر کو عشق کا روگ بھی لگ جاتا ہے۔ آپ زمانہ نوجوانی میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اس کیفیت سے گزرے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے مجھے ابتداء ہی سے ایک عشق ایسا عطا کر دیا کہ دوسرے کی طرف کبھی ذہن گیا ہی نہیں۔ قرآن کا عشق اور دین کی خدمت بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

س: شادی آپ کی پسند کی ہوئی یا والدین کی مرضی سے؟

ج: شادی مکمل طور پر والدین کی مرضی سے ہوئی۔ میں نے شادی سے قبل اپنی بیوی کو دیکھا تک نہ تھا۔ میری والدہ صاحبہ جماعت اسلامی میں بہت زیادہ Active تھیں اور جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمہ کہلاتی تھیں۔ لہٰذا ان کے اجتماعات میں سکولوں کی لڑکیاں آتی تھیں ان میں سے انہوں نے دو لڑکیاں چن لیں جو آپس میں خالہ اور بھانجی تھیں۔ جو خالہ ہیں وہ میری بھابھی ہیں میرے بڑے بھائی کی بیوی جبکہ بھانجی کے ساتھ میری شادی کر دی گئی۔

س: آپ اپنے بچوں کے باپ کے علاوہ کیا ان کے ساتھ دوست بھی ہیں؟

ج: دوستی سے زیادہ میرا معاملہ رعب کا رہا ہے۔ میں بہت Strict رہا ہوں ویسے بھی بچوں کی تربیت میں مجھ سے زیادہ میری بیوی کا حصہ رہا ہے۔ البتہ اب میں ذرا مزاج کے اعتبار سے کچھ بدل گیا ہوں۔ ایک تو عمر کا تقاضا ہے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں میں مشہور ہوں کہ بہت غصے والا آدمی ہوں مگر اب وہ غصہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

س: آپ کے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں لاکھوں چاہنے والے ہیں اگر آپ کے بارے میں آپ کی آئیڈیل شخصیت کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟

ج: آپ اگر کسی بھی مسلمان سے پوچھیں تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ الحمدللہ میں بھی مسلمان ہوں میرا آئیڈیل صرف ایک ہے اور وہ ہیں سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ

دعائے صحت کی اپیل

ناظم مکتبہ و لائبریریز حلقہ سندھ زیریں جناب عبدالواحد عاصم صاحب علیل ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین!

تکلف برطرف

اوپر شیروانی...... اندر پریشانی

مسلم برنی

بغداد سے ہمارا تعلق صرف اتنا ہے کہ ہماری تعلیم کی ابتدا بچپن میں ''بغدادی قاعدہ'' سے ہوئی تھی۔ نوجوانی میں ایک انگریزی فلم Thief of Baghdad دیکھی جس کا مرکزی کردار ایک دیو تھا۔ اس فلم کا خیال ہمیں یوں آیا کہ امریکہ کے نائب وزیر خارجہ جناب رچرڈ آرمیٹج بہادر اپنے ڈیل ڈول اور حلیہ سے بالکل اس دیو کی طرح لگتے ہیں۔ موصوف پچھلے ماہ بھارت اور پاکستان کے مختصر دورے پر تشریف لائے۔ بھارت میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے' بڑا پیار ومحبت ملتا ہے۔ وہاں وہ ''دیو' نہیں بلکہ ''مہادیو'' سمجھے جاتے ہیں۔

بھارت کے سابق وزیر دفاع جارج فرنانڈس جب اپنی وزارت کے دور میں امریکہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں کے ایمیگریشن والوں نے نہ جانے کس ترنگ میں تلاشی کے بہانے ان کے جوتے موزے ہی نہیں' کپڑے تک اتروا لئے۔ اب کے جو آرمیٹج صاحب بھارت آئے تو انہوں نے ذاتی طور پر ٹیلی فون کر کے جارج فرنانڈس سے معافی مانگی اور دوبارہ امریکہ کے دورہ کی دعوت دی۔ شاید انہیں یہ بھی خیال آیا ہو کہ صدر بش بھی ''جارج'' ہیں اور فرنانڈس صاحب بھی ''جارج'' اور ''جارجیت'' کے ساتھ ساتھ ''جارحیت'' بھی دونوں میں مشترک ہے۔

بھارت کے دو روزہ دورہ کے بعد موصوف اپنے خصوصی مشن پر پاکستان بھی تشریف لائے۔ آرمیٹج ہوں یا امریکہ کی سنٹرل کمانڈ کے جنرل جان ابی زید یا کوئی اور سینئر اہلکار' جب بھی وہ یہاں ''قدم رنجہ' فرماتے ہیں تو ''رنج'' سے پورے ملک میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے' اس لئے کہ یہ دورے خالی از علت نہیں ہوتے اور کچھ نہ کچھ فیصلے ''تھوپے'' جاتے ہیں یا ''احکامات'' صادر کئے جاتے ہیں۔ لوگ ورد کرنا شروع کر دیتے ہیں: جل تُو جلال تُو' آئی بلا کو ٹال تُو۔

اسلام آباد میں 15 جولائی کو پریس کانفرنس میں جب ان سے کہا گیا کہ آپ نے بھارت کے سابق وزیر دفاع جارج فرنانڈس کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر تو ان سے بذاتِ خود ٹیلی فون پر معافی مانگ لی ہے لیکن پاکستان کے صدر کے دورہ کے موقعہ پر ان کے وفد میں شامل سابق وزیر تجارت عبدالرزاق داؤد اور سابق ڈائریکٹر جنرل انٹر سروسز پبلک ریلیشنز میجر جنرل راشد قریشی کے ساتھ بھی امریکی ایمیگریشن والوں نے ایسی ہی ''حرکت'' کی تھی تو آرمیٹج نے کمال بے نیازی سے کہا کہ مجھے اس پر افسوس ہے۔ یعنی وہاں پر معافی مانگی گئی اور یہاں صرف ایک چلتا ہوا لفظ sorry کہہ دیا گیا' گویا کہ ہم ایک خودمختار ملک کے باسی نہیں' ان کی شریف اور تابعدار ''رعایا'' ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی تو یہاں کے ایک مہاراجہ صاحب سیر سپاٹے کے لئے انگلستان گئے۔ جس ہوٹل میں قیام تھا' علی الصبح اس کی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نیچے سڑک پر ایک گورا جھاڑو دے رہا ہے۔ فوراً سیڑھیوں سے نیچے اتر کر اس کے ہاتھ سے یہ کہتے ہوئے جھاڑو چھین لی کہ حضور جب ہم یعنی آپ کی رعایا یہاں موجود ہیں تو یہ کام آپ کیسے کر سکتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال ہمارا ہے۔ بغداد پر ایک چور نہیں' چوروں کا ٹولہ جھپٹ پڑا۔ خوب قتل و قتال اور غارت گری کی۔ ردعمل تو اس کا ہونا ہی تھا۔ اب حال یہ ہو گیا ہے کہ نہ اُگلے بنے نہ نگلے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔۔۔ ایسے میں ''رعایا'' نے کہا کہ حضور آپ بچ بچا کر تشریف لے جایئے۔ ''جھاڑو'' ہم اچھی طرح دینا جانتے ہیں۔ یہ کام ہم بخوبی کر لیں گے۔ آپ کا حصہ بس دور کا جلوہ رہے گا۔

عجیب سی بات ہے کہ جو ''عمل'' امریکہ میں ہو اس کی تیز وتند لہریں جلد ہی ہمارے ساحل سے ٹکراتی ہیں۔ وہاں ایمیگریشن والوں نے تلاشی کے لئے وزراء وغیرہ کے کپڑے کیا اتروائے' جھٹ یہاں پر بھی کسی اور سے نہیں بلکہ ملک کی سب سے معزز ومکرم شخصیت یعنی صدر صاحب سے مطالبہ ہونے لگا کہ اپنی وردی اتارو۔ بھلا یہ بھی کوئی شریفانہ بات ہوئی! اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر صاحب سے یہ مطالبہ اگر دہشت گرد کرتے تو چلو کوئی بات بھی تھی' مگر کرنے والے کون ہیں' وہ کہ اگر دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔۔۔۔ یعنی قاضی حسین احمد صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب۔ جب ایسے ''ثقہ'' لوگ ایسا مطالبہ کرنے لگیں تو ہم جیسوں کا تو سر چکرا جاتا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں صدر محترم سے دلی ہمدردی ہے۔ اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیں کہ پنجاب میں جتنی سخت گرمی پڑتی ہے کہ چیل بھی انڈا چھوڑ جائے تو یہ قاضی ومولانا صاحبان تو ململ کے کرتے پہنے پھریں گے جبکہ ہمارے صدر صاحب تو اتنے موٹے کپڑے کی وردی زیب تن فرماتے ہیں کہ پسینے سے اندر ''پسینہ پسان'' ہو جاتے ہوں گے۔

ہماری طرح ہمارے صدر محترم بھی بہت ہی دردمند دل کے مالک ہیں۔ مناسب ہی نہیں' نامناسب بات تک کو مان لینا اپنی کسرِ شان نہیں سمجھتے۔ اب وردی اتارنے ہی کے معاملہ کو لے لیجئے' کتنا نامناسب مطالبہ تھا لیکن قربان جاؤں ان کے' فرما دیا کہ اچھا بابا' آپ کہتے ہیں تو میں اس سال 31 دسمبر تک اسے اتار کر شیروانی پہن لوں گا۔ ہم اگر ان کے ایڈوائزر ہوتے تو کبھی انہیں یہ مشورہ نہ دیتے کہ تجربہ بتاتا ہے کہ اوپر شیروانی ہو گی تو اندر پریشانی ضرور ہو گی۔ وہ یوں کہ شیروانی میں جو ''شیر'' ہے' وہ دراصل قالین کا شیر ہے۔ وردی اگر اتاری تو ظاہر ہے کہ کوئی اور جھپٹ کر پہن لے گا اور صدر صاحب اس کے آگے کورنش بجالائیں گے۔ اس وقت تو وہ صدر بھی ہیں اور چیف آف اسٹاف بھی' پھر تو صرف صدر ہی صدر رہ جائیں گے' چیف آف اسٹاف کوئی اور ہو گا اور اصل ''چھڑی'' اس کے ہاتھ میں ہو گی۔ صحیح کہا ہے شاعر نے ؏

عصانہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اور ہمارے ملک میں ''صرف'' صدر جیسے ہوتے ہیں اور جو اختیارات ان کے پاس ہوتے ہیں' ان سے سب ہی واقف ہیں۔۔۔ ''صدر چوہدری فضل الٰہی کو رہا کرو'' کا نعرہ کوئی زیادہ پرانا نہیں ہوا۔

صدر محترم کے ساتھ ہمیں جو ہمدردی ہے' اسے اس بات نے فی الحال قوت عطا فرمائی کہ صدر آخر فوج کا سپریم کمانڈر بھی تو ہوتا ہے۔ چنانچہ سپریم پاور تو اسی کے پاس ہو گی' پھر صدر کی شیروانی کے اندر پریشانی کی کیا بات ہے! لیکن جب ہم نے کچھ ''غور'' اور زیادہ ''خوض'' کیا تو بات یہ نکلی کہ سپریم کمانڈر بس ''سپریم'' ہی ''سپریم'' ہوتا ہے' آگے کچھ نہیں۔ اس لئے کہ ''کمانڈر'' دراصل ''کمان'' اور ''ڈر'' کا مرکب ہے۔ صدر غلام اسحٰق خان بھی تو آخر سپریم کمانڈر تھے اور انہوں نے ان دنوں جب ان کی صدارت زوروں سے جھولا جھول رہی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اب گرے کہ اب گرے' ٹیلی ویژن کی خبروں میں اپنے نام کے بعد ''سپریم کمانڈر'' کہلوانا شروع کر دیا لیکن نتیجہ کیا نکلا۔ ''کمان'' تو اسلام آباد میں ٹوٹ گئی اور انہوں نے ''ڈر'' کر صوبہ سرحد جا کر اپنے گھر میں پناہ لی۔۔۔ چنانچہ بھائی لوگو' ڈرو اس وقت سے!!

آخر میں فارسی کا ایک شعر یاد آ رہا ہے ؎

مشرف گرچہ شدٗ جامی زلطفش
خدایا آں کرم بارے دگر کن

اس شعر سے ہم جو سمجھے ہیں وہ یہ کہ فارسی کے مشہور شاعر ''جامی'' نے جو شاید سینکڑوں سال آگے کی خبر رکھتے ہوں گے' صدر مشرف کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے کہ پہلی ٹرم چاہے پوری ہو نہ ہو' دوسری ٹرم میں وہ ضرور صدر ہوں گے۔ اس شعر کا حوالہ دینے پر کوئی اور ہوتا تو کہتا: یار برنی' تیرے منہ میں گھی اور شکر!

گوشۂ خواتین

لہو کی پکار

مسرت پروین

اللہ کہاں جائیں تیری زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ہم پر کیوں تنگ ہوگئی' کہیں بھی سکون نہیں کسی پل آرام نہیں۔ افغانستان کے زخموں سے ابھی خون رس ہی رہا تھا' یہ زخم ابھی ہرا ہی تھا کہ عراق کے قلب وجگر پر عملِ جراحی شروع ہوگیا ہے۔ طاقت کے نشے میں چور یہ غنڈے' بدترین قصاب' سنگدل گدھ وہاں جمع ہیں اور لاشوں سے گوشت نوچ رہے ہیں۔ ان کی درندگی اور سنگ دلی کی خبریں پل پل آرہی ہیں۔ نہ ریڈیو سنا جاتا ہے نہ اخبار پڑھا جاتا ہے۔ ہر خبر المناک' ہر تصویر دیکھ کر چیخیں نکل جاتی ہیں مزید کہ یہ مغربی ریڈیو' ٹی وی جنگ کی خبریں یوں مزے لے لے کر نشر کرتے ہیں گویا کسی کھیل کی کمنٹری کر رہے ہوں۔

آبادیوں کو روندنے والے ٹینک ہیں' آگ اگلتی توپیں ہیں' بارود برساتے طیارے ہیں' معصوم بچوں کی دل ہلانے والی چیخیں ہیں' بہنوں اور بیٹیوں کی آہ وزاریاں ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائیوں اور بیٹیوں کی بے گوروکفن لاشیں ہیں۔ عراق کی زمین پر معصوم عراقیوں کا خون ہے۔ جابجا بکھرے اعضاء اور خاموش دہشت زدہ زبانیں جو دمِ آخر کلمہ طیبہ کا ورد کر رہی ہیں۔ وہ قدم جو تھک رہے ہیں' وہ ہاتھ جو شل ہو رہے ہیں۔ وہ بے نور آنکھیں جو آخری ہچکی تک کسی نورالدین زنگی اور کسی صلاح الدین ایوبی کی راہ تکتی رہیں۔ بہنوں کے آنچل کی دھجیاں امت مسلمہ کی غیرت کو جھنجوڑ کر کہتی ہیں۔

''اب آؤ کہ تم کو بلاتے بلاتے میرے تن پہ گہری تھکن چھا رہی ہیں' عراقی قیدیوں کی حالتِ زار پر رونے کو دل چاہتا ہے مگر میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں' میں تو امتِ محمدیؐ سے تعلق رکھتی ہوں اور اس کا حال یہ ہے کہ جب کسی فرد کی گردن اللہ کی راہ میں کٹ جاتی ہے تو وہ صبح کی ساری توانائیاں جمع کر کے آخری ہچکیاں لیتے ہوئے با آواز بلند کہہ دیتا ہے ''رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا۔''

میری گناہگار آنکھوں نے جو عراقی قیدیوں پر ظلم و ستم کی تصاویر دیکھیں' ایک خیال بار بار ذہن میں آتا رہا وہ یہ کہ یہ ہے انتقام' مسلمانوں سے بری طرح سے نفرت کا ثبوت!!

ڈیلی مرر نے یکم مئی کو اپنے اداریئے میں تصویر کے ساتھ یہ خبر شائع کی کہ ایک عراقی قیدی سے 8 گھنٹے پوچھ گچھ کے بعد اس کو دھمکی دی گئی کہ اسے سزائے موت دی جائے گی۔ رائفل کا بٹ مار مار کر اس کا جبڑا توڑ دیا گیا۔ وہ لہولہان ہوگیا اور خون کی قے کرنے لگا تو اس پر برطانوی قابض فوج کے ایک سپاہی نے پیشاب کر دیا (ڈان 2 مئی 2004ء) امریکی ٹیلی ویژن خبرنامے CBS News کے ایک پروگرام میں ایک مسلمان عراقی قیدی کو دکھایا جس کا سر کالے کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور ہاتھوں میں بجلی کے تار بندھے ہوئے تھے اور اسے بکس پر کھڑا کر دیا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر وہ صندوق سے گر پڑا تو بجلی کے کرنٹ لگنے سے بھسم ہوجائے گا۔ (ڈان 2 مئی 2004ء)

ابوغریب جیل (بغداد) میں قید مسلمان قیدیوں پر امریکیوں کے قابلِ بیان نسبتاً معمولی تشدد کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

1۔ قیدیوں کے بدن پر سیال فاسفورس انڈیلنا۔
2۔ انہیں جھاڑن کے دستے اور کرسیوں سے ضرب لگانا۔
3۔ مرد قیدیوں پر خلافِ وضع جنسی تشدد
4۔ قیدیوں کی جلد پر گالی کندہ کرنا۔
5۔ قیدیوں کو مادرزاد برہنہ کر کے ان پر خونخوار کتوں کو چھوڑنا وغیرہ وغیرہ۔

حقائق سے پردہ اٹھنے کے بعد بوکھلا کر بش اور ٹونی بلیئر نے 30 اپریل کو ایک ہی جیسا بیان دیا۔ ہم اس قابلِ نفرت واقعہ سے بے آرام ہو گئے۔ جارج بش نے ابوغریب کے قیدخانے میں قیدیوں کے ساتھ سلوک محض چند افراد کی حرکت قرار دے کر ساری فوج کو بری الذمہ قرار دے دیا' یہی نہیں بلکہ اسی بیان میں امریکی فوج کی جملہ کارکردگی کو سراہا بھی (ڈان یکم مئی) جبکہ حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کام میں صرف چھ پولیس والے ملوث نہیں تھے بلکہ حکم عام تھا کہ عراقی مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ وہ امریکہ کے خلاف سر نہ اٹھا سکیں۔

قاتل نے کس قدر صفائی سے دھوئی ہے آستین
اس کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

افسوس صد افسوس ہم بے ضمیر مسلمان جن کی 65 ممالک میں حکومت ہے۔ بے جان قسم کے اخباری بیانات جاری کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ ہم سب اگر متحد ہو کر سفارتی تعلقات ہی توڑ لیتے اور اپنے سرمایہ کو ان کے بینکوں سے نکال لیتے تو پھر دیکھتے کہ کیا حال ہوتا مگر ہم سب دیکھ رہے ہیں' سن رہے ہیں کہ پانچ پانچ ہزار پونڈ بھاری بم پھینکے جا رہے ہیں' عمارتیں شعلوں کی لپیٹ میں آرہی ہیں' نوخیز پھول اور کلیاں بن کھلے مرجھا رہی ہیں' جھلس رہی ہیں۔ ہسپتالوں کے بستروں پر زخمی درد کم کرنے والی گولیوں کے لئے تڑپ اور ترس رہے ہیں۔ مگر ہم سب ہم مذہب ہونے کے باوجود میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ K.F.C اور میکڈونلڈ جگمگا رہے ہیں۔ ہم اپنی محافل پر نظر دوڑائیں' اپنی تفریح گاہوں' سیرگاہوں میں بے فکر ہاتھ میں گٹار لیے بال بڑھائے' انگریزوں کا لباس پہنے موسیقی کی دھنوں میں تھرکتے نوجوانوں کو دیکھیں' مخلوط محافل میں قہقہوں کی گونج میں مظلوموں کی سسکیاں دب رہی ہیں' فلک رو رہا ہے اور زمین ہماری بے حسی پر ماتم کر رہی ہے۔

آہ! کیا ہم اس عظیم ہستی کے ماننے والے ہیں' جس نے فرمایا تھا:

''تم مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے' محبت اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھو گے جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔''

اور جس عظیم پیغمبر ﷺ نے مسلمان کے خون اور مال کو حج کے دن ذی الحجہ کے مہینے کی طرح حرمت والا قرار دیا تھا۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپؐ نے مسلمانوں کے خون کی حرمت اور عظمت کو کعبہ سے بھی بڑھ کر قرار دیا تھا۔ وہ کعبہ جو اللہ کا گھر ہے۔ کروڑوں دلوں کا قرار ہے جس کعبہ سے پوری دنیا کے انسانوں کو روحانی غذا حاصل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے خون کی حرمت اور عظمت کو اس کعبہ سے بھی بڑھ کر قرار دیا جاتا ہے۔

مجھ ناچیز کو یہ حدیث بے قرار کر رہی ہے کہ اگر روز قیامت اللہ رب العزت نے یہ سوال کیا کہ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ میں زخموں سے چور تھا تم نے مرہم بھی نہ رکھا گرد و پیش میں بارود کے شعلے بھڑک رہے تھے' تم نے انہیں بجھانے کی کوشش نہ کی تو سوا ارب سے زیادہ مسلمانوں کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔

رب ذوالجلال کی قسم! جب تک ہم اپنے آپ کو نہیں بدلیں گے تب تک ہمارے حکمران یورپ امریکہ کے غلام ہی رہیں گے۔ یہ سب شامت اعمال ہے۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی دوسروں میں تبدیلی دیکھنا چاہتا ہے' خود بدلنا نہیں چاہتا۔ دوسروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں لیکن خود اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرنا چاہتا۔ جس دن امت مسلمہ کے ہر فرد نے اپنے آپ کو بدلنے کا تہیہ کر لیا اور ''عہد الست'' کو یاد کر لیا' وہ دن امت کے عروج و کمال کے آغاز کا دن ہوگا۔ آیئے خود کو بدلنے کا عہد کریں۔ اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔ ○

رعنا خان کا مکتوب شکاگو

مزاح کا نام سب جانتے ہیں اور مزاحیہ کالم میں کچھ ایسی بات ہوتی ہے کہ زیادہ تر افراد اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ طنز و مزاح سے بھرپور کالم ایک جریدے کے لئے ایسے ہی لازمی ہوا کرتے ہیں جیسے پاسپورٹ کے ساتھ ویزا۔ تمام بڑے اخبارات و جرائد میں مزاحیہ کالم کے لئے باقاعدہ صفحات مختص ہوا کرتے ہیں۔ ہمیں یہ لکھتے ہوئے بے پناہ مسرت ہو رہی ہے کہ اب ماشاء اللہ ''ندائے خلافت'' بھی اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ اس میں مسلم برنی کے ہیومر کالم شائع کیے جا رہے ہیں۔ ہم اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں کہ جناب مسلم برنی Humor Columnist ہیں اگر یہ خدانخواستہ Horror Columnist ہوتے تو ان کے بے ساختہ لکھے گئے کالم پڑھ کر قارئین ''ندائے خلافت'' ذرا ذرا سی آہٹ پر چونکنے اور اپنے ہی سائے سے ڈرنے لگ جاتے۔ ہمیں مزاحیہ کالم نگاروں پر ہمیشہ بہت رشک آیا ہے۔ انہیں اپنے کالم کی اشاعت کے لئے کسی جریدے کے ایڈیٹر کی قدم بوسی کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ ان کی تحریریں ببل گم کے ریپر اور ماچس کے باکس پر بھی چھپ سکتی ہیں۔ یہ اکثر و بیشتر زیرِلب متبسم پائے جاتے ہیں اور یوں ان کا امپریشن دیکھنے والوں پر بطور انتہائی خوش اخلاق انسان مرتب ہوا کرتا ہے درحالانکہ یہ اپنی ان تحریروں کو مسکرا مسکرا کر خود ہی دادِ تحسین پیش کر رہے ہوتے ہیں جو کبھی نہیں چھپ سکیں۔

تاریخ کی زیادہ تر بااثر شخصیتیں چار شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں' سیاست' مذہب' سائنس اور تصنیف۔ مزاحیہ کالم تصنیف کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے کہ اس میں سماجی' سیاسی اور معاشرتی موضوعات کے ساتھ ساتھ کسی ایک موضوع کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جانا بھی شامل ہوتا ہے۔ اب یہی لے لیجئے کہ ''ندائے خلافت'' میں ایک عرصے سے ضرورتِ رشتہ اور دعائے صحت و مغفرت کے اشتہارات شائع ہوتے چلے آ رہے ہیں گویا کہ معمول کا ایک حصہ ہیں۔ جب سے مسلم برنی نے ان اشتہارات کا ایشو اٹھایا ہے اور ہم دھڑکتے دل کے ساتھ ''مکتوب شکاگو'' پر نظر ڈالتے ہیں کہ کہیں ہماری تحریر کے نیچے دعائے مغفرت کا اشتہار نہ دے دیا ہو۔ وہ تو آج کل ہم ناسازیٔ طبع کی بناء پر خال خال ہی لکھ پاتے ہیں اور ''مکتوب شکاگو'' کچھ اس طرح کشمکش کا شکار ہے کہ ہماری نظروں میں وطنِ عزیز پاکستان میں اقتدار کی کشمکش کا منظر گھوم جاتا ہے۔ ہماری آج کی اس تحریر کی اصل وجہ مسلم برنی کا حال ہی میں شائع ہونے والا وہ کالم ہے جس میں انہوں نے ہمیں بالکل اسی طرح نشانہ بنایا جس طرح سیاستِ مغرب نے اپنا دار عالمی معیشت کے گرد بنا لیا ہے۔ ایک ستم ظریفی اور ملاحظہ کیجئے کہ ہماری اور انیسہ عبدالخالق کی برسوں پرانی بے مثال دوستی پر یہ کہہ کر ضرب لگانے کی کوشش کی گئی کہ رعنا خان انیسہ عبدالخالق کی تعریف میں ڈنڈی مار گئی ہیں۔ شرلاک ہومز کا مشہور ڈائیلاگ ہے کہ ''واٹسن تم دیکھتے ہو' مشاہدہ نہیں کرتے۔'' یعنی زندگی میں کتنے ہی معاملات ہمیں ایسے پیش آتے ہیں جنہیں ہم صحیح طور پر جانچے پرکھے بغیر گزر جاتے ہیں۔ لیکن ہم نے اور انیسہ نے مشترکہ طور پر جانچ پرکھ کر نہ صرف اس جملے بلکہ ان کی پوری تحریر کو پسند کیا ہے۔ یہاں ہم ایک اعتراف اور بھی کرتے چلیں کہ مسلم برنی کی تحریریں ہمارے لئے خضرِ راہ کی طرح بے مثال رہنمائی کا باعث ثابت ہوئی ہیں۔ وہ ایسے کہ اگر کالم لکھنے کے لئے دماغ میں کوئی آئیڈیا نہ آ رہا ہو۔ تو ساتھی کالم نگاروں پر طبع آزمائی کی جائے کہ باقاعدگی سے کالم لکھنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا ہے۔ اچھے کالم کے لئے مطالعہ وسیع رکھنا پڑتا ہے۔ اردو کا زیادہ تر ادب کالم نگاری سے تعلق رکھتا ہے۔ اردو ادب میں ادب برائے تفریح یعنی طنز و مزاح اور زندگی کے ہلکے پھلکے امور پر قلم اٹھانا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مسلم برنی اپنی شگفتہ تحریروں سے قارئین ''ندائے خلافت'' کو محظوظ کرتے رہیں گے اور چونکہ رعنا خان' انیسہ عبدالخالق اور قاضی عبدالقادر کی باری آ چکی لہٰذا اب مرزا ایوب بیگ' محمد سمیع اور بنت محمد علی ابراہیم پر لفظوں کی گولہ باری کریں گے کہ اچھے شعر کی طرح اچھا کالم بھی بے ساختہ لکھا جاتا ہے۔ امکان ہے کہ بہت سے قارئین فرمائیں گے کہ ہم نے ان کے دل کی بات کہہ دی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مضمون کی تقدیر ایڈیٹر کے ہاتھوں میں ہوتی ہے لہٰذا دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ زیرِنظر تحریر کو بغیر کسی اصلاح کے من و عن انتہائی خوش دلی کے ساتھ شائع فرما دیا جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو جب تک ہماری صحت بحال نہیں ہو جاتی ہماری تحریروں کے نیچے دعائے صحت کے اشتہارات دیے جائیں۔

(رعنا خان صاحبہ نے اپنے اس تازہ' طنز و مزاح سے بھرپور مضمون میں ایک بات بڑی سنجیدگی سے لکھی ہے کہ ''مضمون کی تقدیر ایڈیٹر کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔'' اس پُرمزاح بات کا جواب لکھنے سے ان کی تحریر کی شگفتگی پر سنجیدگی کا سایہ پڑ سکتا ہے' اس لئے فی الحال ہم جواب کو ملتوی کر رہے ہیں۔ دوسرے آج کل' جیسا کہ ان کے مکتوب سے ظاہر ہے' وہ شکاگو میں علالتِ طبع کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہیں کہ خود قارئین ''ندائے خلافت'' سے اپیل کر رہی ہیں کہ ''جب تک ہماری صحت بحال نہیں ہو جاتی' ہماری تحریروں کے نیچے دعائے صحت کے اشتہارات دیے جائیں۔'' لہٰذا ان کی بات کا جواب ان کی کامل شفایابی تک ملتوی سمجھا جائے۔ (مدیر انتظامی)

❁ ندائے خلافت شمارہ نمبر 23 میں ابوغریب جیل میں قید ایک عراقی بہن کا خط شائع ہوا تھا۔ میں نے ندائے خلافت لے کر سکول میں اپنے ساتھی اساتذہ کو سنایا۔ سنتے ہی سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُن میں ایک صاحب جن کا نام خالد ہے۔ جذبات میں آ کر کچھ اشعار لکھنے شروع کئے' فرمائش کی کہ ندائے خلافت کے آئندہ شمارے میں یہ اشعار ضرور شائع کریں۔

ابوغریب جیل سے عراقی لڑکی کی فریاد

مرے بابا' مرے بھائی
مرے ہمدم' مرے ساتھی
مرے حالت دگرگوں ہے
مری آنکھیں ہیں پتھرائی
اثاثہ لٹ گیا میرا
فقط اِک جان ہے باقی
اذیت ہے مظالم ہیں
قضا ظالم نہیں آتی
چلے آؤ بن قاسم
تری غیرت اگر جاگی
کہ سب کچھ سہہ لیا لیکن
میں زچہ بن نہیں سکتی
یہاں تک داستاں پڑھ کر
صدا خالد کی بھر آئی

(خالد حیات بی بیوز' سوات)

ایک پاکستانی کا جواب

مرے خواب میٹھے' سہانے سہانے
ترے درد لگتے ہیں' مجھ کو بیگانے
پلٹنا جھپٹنا ' ہے زندوں کا شیوہ
ہمیں مرتے مرتے' لگے ہیں زمانے
ہے جاں کا بچانا جہاں کو بچانا
یہ کہنے لگے ہیں' ہمارے سیانے
غنیمت ہے تیرے لئے کہ ہو زندہ
کہ گیدڑ کے جینے کو ہیں سو بہانے
یہ عزت' یہ غیرت' حمیت و عصمت
پرانے زمانے کے ہیں یہ فسانے
یہ ماضی سے رشتہ' یہ ملّت سے ناطہ
یہ دانش نہیں اب' ہیں دعوے پرانے
یہود و نصاریٰ ہماری ضرورت
ہیں پورے جہاں میں' انہی کے ترانے
قیامت کا منظر جگائے گا کیسے!
نوا بے نوا ہے اے خالد دیوانے

(خالد حیات بی بیوز' دیر)

شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ ”تنظیم اسلامی“ کی سرگرمیاں اور اطلاعات

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کا دعوتی پروگرام

25 جولائی بروز اتوار بعد از نماز عصر مسجد حراء تھانہ ملاکنڈ ایجنسی میں ایک دعوتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ تقریر کے لئے اسرہ بٹ خیلہ کے نقیب جناب شوکت اللہ شاکر کو مدعو کیا گیا تھا۔ نماز عصر کے بعد شاکر صاحب نے چارٹ کی مدد سے دینی فرائض کے جامع تصور پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام دین ہے' محض مذہب نہیں۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ مذہب کے تین گوشے ہیں جو کہ انفرادی زندگی سے متعلق ہیں۔ 1۔ عقائد 2۔ عبادات 3۔ رسومات۔ جبکہ تین شعبوں کے ساتھ مزید تین شعبے اکٹھے کئے جائیں تو دین بن جائے گا اور وہ یہ ہیں:

1۔ معاشرتی نظام 2۔ معاشی نظام 3۔ سیاسی نظام

ہم نے بالعموم دین کو مذہب بنا کر رکھ دیا ہے۔ جبکہ اسلام دین اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ لہٰذا دین پر عمل کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی مضمر ہے۔

(رپورٹ: شیر محمد' تھانہ ملاکنڈ ایجنسی)

اسرہ دیر دعوتی پروگرام بمقام گندیگار

17 جولائی کے اس پروگرام کے لئے مولانا غلام اللہ خان حقانی خصوصی طور پر تشریف لائے۔ بعد از نماز عصر مولانا نے فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر خطاب کیا۔ 30 احباب نے یہ خطاب سنا اور بہت متاثر ہوئے۔ مغرب کے خطاب کے لئے احباب میں سے بہت سے احباب لوگوں کو دعوت دینے کے لئے نکلے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعد از نماز مغرب جب خطاب شروع ہوا تو مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ مولانا نے ”عالمی حالات اور امت مسلمہ کی ذمہ داری“ کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اگرچہ اس وقت امت مسلمہ زبوں حالی کا شکار ہے لیکن ان شاء اللہ مستقبل قریب اسلام کا ہے۔ تقریباً 120 افراد نے جم کر یہ خطاب سنا۔ پروگرام کے لئے اسرہ دیر سے 6 اور تنظیم اسلامی بیبیوڑ سے 8 رفقاء نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری یہ حقیر سی کوشش کو قبول فرمائیں۔ (مرتب: ممتاز بخت)

تنظیم اسلامی بیبیوڑ اور اسرہ دیر کا مشترکہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی بیبیوڑ سے 4 اور اسرہ دیر سے 6 رفقاء دیر شہر کے نزدیک گاؤں کوٹکے پہنچے۔ بعد از نماز عصر حسین احمد صاحب نے فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر خطاب کیا۔ 30 احباب نے سنا۔ بعد از نماز مغرب راقم نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس گاؤں میں یہ پہلا پروگرام تھا' لوگوں نے پورے انہماک سے سنا' کافی متاثر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ آئندہ بھی اس طرح کا پروگرام رکھا جائے۔ اس کے بعد رفقاء کے مابین مشورہ ہوا اور آئندہ ماہ جولائی کی 17 تاریخ کو مشترکہ پروگرام رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی رفقاء اپنے اپنے مسکن کی جانب روانہ ہوئے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (مرتب: ممتاز بخت' امیر تنظیم بی بیوڑ)

تنظیم اسلامی باجوڑ خار کا دوروزہ پروگرام

مورخہ 5 جولائی کو تنظیم اسلامی باجوڑ خار نے ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا۔ پروگرام کو خوبصورت بنانے کے لئے شیریں گفتار سکالر اور عالم دین مولانا غلام اللہ حقانی کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ باجوڑ ایجنسی میں مدینۃ العلوم نوے کلے علوم شریعہ کی ممتاز اور عظیم درسگاہ ہے۔ یہاں کے مہتمم محترم ذاکر اللہ صاحب' مولانا سمیع اللہ اور مولانا عنایت اللہ صاحبان سے مولانا غلام اللہ حقانی صاحب کی ملاقات کروائی گئی۔ یہ ملاقات بہت سے پہلوؤں سے نہایت مفید رہی۔ آبائی گاؤں اوچ آنے کی دعوت دی۔ بعد از نماز مغرب مولانا صاحب نے سول کالونی خار میں دین کا جامع و مانع تصور نہایت اعلیٰ علمی سطح پر پیش کیا۔ رات کا قیام فیض الرحمٰن صاحب کے ہاں ہوا۔ بعد از نماز فجر فیض الرحمٰن صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ آپ نے واضح کیا کہ جو لوگ اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہیں گے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں سخت نقصان اور گھاٹے میں رہے گا۔

صبح آٹھ بجے اقراء چلڈرن اکیڈمی عنایت کلے میں لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس میں دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست میں امیر تنظیم اسلامی جار محترم گل رحمٰن صاحب نے دین کا جامع و مانع تصور تختہ سیاہ پر واضح کیا۔ دوسری نشست میں مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ”زندگی جہد مسلسل ہے“ پر گفتگو کی۔ آپ نے اس لیکچر میں دین کا پورا تصور اور منہج انقلاب نبویؐ واضح کیا۔ ساڑھے دس بجے گورنمنٹ ہائی سکول عنایت کلی میں مولانا صاحب نے 80 اساتذہ کرام کے سامنے ”حقیقت علم“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ لوگ غلام اللہ صاحب کے بیان سے کافی متاثر ہوئے۔ ان کے ساتھ تنظیم کا تعارف اور لٹریچر وغیرہ کا تعارف کرایا گیا۔ اس پروگرام میں خصوصی طور پر ہم محترم صدیان صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ آپ کی کوشش سے یہ پروگرام منعقد ہو سکا۔ پروگرام کے اختتام پر تنظیم اسلامی خار باجوڑ نے ظہرانے کا بندوبست کیا تھا۔ دوپہر ایک بجے یہ دوروزہ انتہائی معروف پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول کرے اور اس سے خیر برآمد کرے۔

(ابوکلیم محسن' باجوڑ)

تنظیم اسلامی بہاولپور کا ماہانہ اجتماع

ضلع بہاولپور میں تنظیم اسلامی کا ماہانہ اجتماع ہوا۔ اجتماع ہر ماہ کی آخری اتوار کو منعقد ہوتا ہے۔ یہ اجتماع جولائی کے آخری ہفتے مسجد جامع القرآن بہاولپور میں انعقاد پذیر ہوا۔ اجتماع کا آغاز ساڑھے نو بجے ہوا۔ افتتاحی گفتگو کرتے ہوئے ناظم تربیت جناب ذوالفقار علی صاحب نے ساتھیوں کے دل و دماغ میں دین کو قائم کرنے کے لئے جماعت میں نظم و ضبط جو کہ کسی بھی اجتماعیت کی روح ہے' کا بھرپور احساس دلایا اور یہ کہ تنظیم ہمیں اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے بطور پلیٹ فارم ہے۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد صاحب کو درسِ قرآن کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے سورۂ شوریٰ کی آیت 13 سے 18 اور 47 سے 48 تک کی روشنی میں اقامتِ دین کی فرضیت اور اس کی زوردار دعوت پر خطاب کیا۔ ان کا خطاب ولولہ انگیز' جذبۂ عمل کو جلا بخشنے والا تھا' یہ خطاب ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد جناب ذوالفقار علی صاحب نے درسِ حدیث دیا۔ درسِ حدیث کے بعد ساتھیوں نے اپنے اپنے علاقوں کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کی کارگزاری بتائی۔ اسرہ مروٹ کی طرف سے نقیب اسرہ جناب ماسٹر محمد ایوب صاحب نے اپنا تعارف' تنظیم میں آنے کے اسباب اور مروٹ میں حلقہ ہائے دروسِ قرآن و دیگر تنظیمی و دعوتی سرگرمیوں پر گفتگو کی۔ تحصیل یزمان سے جناب محمد منشاء صاحب نے شہر اور گرد و نواح میں دعوتی سرگرمیوں کے بارے میں ساتھیوں کو آگاہی دی۔ آخر میں امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد نے ضلع بہاولپور کی تنظیمی سرگرمیوں اور آئندہ کا لائحہ عمل ساتھیوں کے سامنے واضح کیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جیسے ہم اپنے کسی کام کے لئے کسی دوست کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اسی طرح تنظیم کے پروگراموں میں ہر رفیق اپنے ساتھ کم از کم اپنے کسی ایک دوست کو ضرور لائے۔ نماز ظہر کے بعد راقم نے کھانا کھانے کے آداب بیان کئے۔ کھانا کھانے کے بعد پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ رفقاء و احباب کی حاضری 32 تک رہی۔

(رپورٹ: مقصود احمد' اسرہ مروٹ)

ماہانہ تربیتی و تنظیمی اجتماع حلقہ بہاولنگر

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ تربیتی و تنظیمی اجتماع یکم اگست بروز اتوار مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں منعقد ہوا۔ جس میں 62 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اجتماع کا آغاز 9:45 پر ہوا۔ ناظم تربیت حلقہ جناب ذوالفقار علی صاحب نے تمہیدی گفتگو میں اجتماعیت کی اہمیت کو قرآن و حدیث سے واضح کیا۔ امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد ناسازیٔ طبع کے باوجود پروگرام میں شریک ہوئے۔ درسِ قرآن کے لئے انہیں دعوت دی گئی لیکن وہ اس کو جاری نہ رکھ سکے۔ ان کی جگہ ذوالفقار صاحب نے درس مکمل کیا۔ درس کا موضوع سورۂ صف کی آیات 9 تا 14 کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت اور اہل ایمان کو نبی کا مددگار بننے کا حکم تھا۔ گیارہ بجے بیس منٹ کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد دعائیں بمعہ ترجمہ و تجوید سکھائی گئیں۔ معلم کے فرائض نثار احمد شفیق صاحب نے ادا کئے۔ اس کے بعد سیرت صحابہؓ کے سلسلے میں حضرت سلمان فارسیؓ کی سیرت مبارکہ جناب محمد

رمضان صاحب نے بیان کی۔

اس کے بعد حلقہ بہاولنگر میں دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے دعوت کے طریقہ کار پر رفقاء کے تاثرات لئے گئے۔ سب سے پہلے منڈی صادق گنج سے ملک ممتاز صاحب نے اپنی مساعی کو بیان کیا۔ وقار اشرف نے کچی والا میں اپنے کام کو رفقاء کے سامنے رکھا۔ فورٹ عباس کی حالت زار پر مختار احمد صاحب نے روشنی ڈالی۔ چھمن والی کی نمائندگی امتیاز احمد صاحب نے کی۔ چشتیاں سے حافظ غلام مصطفیٰ صاحب اور بہاولنگر سے محمود اسلم صاحب نے اپنے تاثرات بیان کیے۔ قاری محمد یعقوب پراچہ صاحب نے منچن آباد سے مہمان کے طور پر شرکت کی تھی جو کہ عالم دین بھی ہیں' ان کو بھی گفتگو کا موقع دیا گیا' جس میں انہوں نے صبر کی اہمیت پر قرآن کی چند آیات پیش کیں۔ امیر حلقہ اس وقت تک ٹریٹمنٹ لے کر واپس پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا اختتامی گفتگو انہوں نے کی۔ جس میں انہوں نے تنظیمی امور سے متعلق گفتگو کی۔ دعا کے بعد پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

(تحریر: سجاد سرور)

تعارفی کارنر میٹنگ تنظیم اسلامی ہارون آباد' حلقہ بہاولنگر

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کی دعوت ابھی تک مساجد میں یا کسی صاحب کے گھر پر درس قرآن تک محدود تھی لیکن گزشتہ کچھ عرصہ میں الحمدللہ اس کو وسعت دی گئی ہے' جس کا آغاز فورٹ عباس شہر میں سہ روزہ پروگرام سے ہوا۔ اور پھر ہارون آباد شہر میں جون کے مہینے میں سڑکوں کے اوپر یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگوں کو دینی فرائض کے جامع تصور اور تنظیم اسلامی کی دعوت سے آگاہ کیا گیا۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ یکم اگست کو ایک پروگرام شہر کی مرکزی شاہراہ قائداعظم روڈ پر عبدالرشید صاحب کے تعاون سے منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے ناظم اسرہ عثمان غنیؓ کے رفیق ملک محمد ممتاز خان صاحب تھے۔ انتظامیہ میں محمد رضوان عزمی' آصف لطیف اور راقم کے علاوہ کچی والا کے نقیب ابرار اشرف شامل تھے۔ نماز عصر وہاں قریب کی مسجد میں ادا کی اور ہینڈ بل تقسیم کئے' پھر قریب کے گھروں میں ڈور ٹو ڈور ہینڈ بل کے ذریعے دعوت دی گئی۔ خواتین کے لئے ہنگامی طور پر انتظام کرنا پڑا۔ کیونکہ خواتین کے لئے انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ حلقہ خواتین نے اپنے طور پر گھروں میں دعوت دی جس کی وجہ سے پھر انتظام کرنا پڑا۔ نماز مغرب کے بعد سڑک پر کرسیاں لگا دی گئیں۔ لائیٹ اور مائیک کا بندوبست بھی تھا۔ پروگرام کا آغاز حافظ عبدالرشید صاحب کی تلاوت اور ذوالفقار صاحب کی تمہیدی گفتگو سے ہوا۔ جس کے بعد امیر تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر محمد منیر احمد صاحب نے سورہ آل عمران کی آیات 102 تا 106 کا درس قرآن دیا۔ حاضرین میں رفقاء تنظیم کے علاوہ مقامی طور پر 90 سے زائد لوگوں نے اس پروگرام کو بڑے انہماک سے سنا۔ (رپورٹ: سجاد سرور)

رپورٹ ملتزم تربیت گاہ

یہ تربیت گاہ قرآن اکیڈمی کراچی میں 17 جولائی تا 24 جولائی ملتزم رفقاء کے لئے ہوئی۔
17 جولائی کو بعد از نماز عصر رفقاء کا تعارف ہوا۔ بعد نماز از نماز مغرب رشید ارشد صاحب نے درس قرآن کی تیاری کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی جو کہ عشاء تک جاری رہی۔ بعد از نماز عشاء طعام' پھر آرام کا وقفہ ہوا۔ تہجد رب العالمین کی قربت حاصل کرنے کا بہت مؤثر ذریعہ ہے اور خدا ترس لوگوں کا معمول رہا ہے لہٰذا رفقاء تربیت کو اسی قربت کے حصول' زیادہ سے زیادہ روحانی غذا حاصل کرنے کے لئے رفقاء کو تہجد کے وقت اٹھا دیا جاتا اور جیسا کہ نیکی کی دعوت دینے والے کو بھی وہی ثواب ملتا ہے کہ جو عمل کرے اور ان نیکیوں کا حصول محترم شاہد اسلم صاحب نے خوب کیا کہ وہ ہمیں جگانے کا اہتمام کرتے تھے اور نوافل تہجد کے بعد خطبہ نکاح اور خطبہ جمعہ یاد کراتے تھے۔ بعد از نماز فجر درس قرآن ہوتا جو کہ محترم رحمت اللہ بٹر صاحب اور محترم شاہد اسلم صاحب اپنے مخصوص اور پر تاثیر انداز میں دیتے تھے۔ روزانہ معمول کے مطابق ساڑھے سات بجے ناشتہ دیا جاتا۔ پھر ساڑھے آٹھ بجے کلاس شروع ہوتی جو کہ ساڑھے دس بجے تک جاری رہتی۔ ساڑھے دس سے ساڑھے گیارہ بجے تک چائے کا وقفہ ہوتا۔ گیارہ بجے دوبارہ کلاس شروع ہوتی جو ایک بجے تک جاری رہتی۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد طعام ہوتا تھا پھر آرام کا وقفہ ہوتا تھا۔ ٹھیک پانچ بجے چائے ہوتی تھی۔ پھر نماز عصر کے بعد کلاس ہوتی تھی۔ بعد از نماز مغرب پھر کلاس ہوتی جو کہ نماز عشاء تک جاری رہتی۔ عشاء کے بعد کھانا' پھر آرام کا وقفہ معمول کے مطابق ہوتا تھا۔ تربیت تب تک نامکمل رہتی ہے جب تک کہ اسکا عملی مظاہرہ نہ ہو۔ اس کے لئے جمعرات کے دن نارتھ ناظم آباد کے علاقے میں پروگرام رکھا گیا۔ محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کی قیادت میں قافلہ قرآن اکیڈمی کی گاڑی میں روانہ ہوا۔ نماز عصر کے بعد محلے میں دعوت دینے کے لئے گروپ تشکیل دیئے گئے۔ جنہوں نے جا کر دعوت الی القرآن دی۔ مغرب کے بعد بٹر صاحب نے عبادت رب پر پرتاثیر گفتگو کی۔ ایک گھنٹے سے زائد گفتگو میں سارا مجمع انتہائی دلجمعی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ خواتین کے لئے پردے کا انتظام تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مقامی امیر اظہر ریاض صاحب نے اپنے گھر پر پرتکلف عشائیہ دیا۔ گیارہ بجے وہاں سے روانہ ہوئے اور بارہ بجے قرآن اکیڈمی پہنچ گئے۔ خاص بات یہ تھی کہ محترم امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب خصوصی طور پر تشریف لائے اور شفقت فرمائی اور ہمیں اپنی گفتگو سے نوازا۔ جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی دیا اور موجودہ دور کا بہت عام شرک یعنی مادہ پرستی کا شرک کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ امیر محترم کی شرکت نے تربیت گاہ کے شرکاء میں ایک ولولہ تازہ دیا۔ رب العالمین انہیں عمر دراز عطا فرمائے اور خصوصی مدد فرمائے۔ نماز جمعہ کے بعد پرتکلف ظہرانے کے بعد ملتزم تربیت گاہ اپنے اختتام کو پہنچی۔ مجموعی طور پر 17 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: حافظ مشتاق احمد شیخ)

ہفت روزہ تربیت گاہ برائے مبتدی رفقاء

حال ہی میں تنظیم اسلامی کی زیر نگرانی' بمقام قرآن اکیڈمی کراچی' مبتدی رفقاء کی ہفت روزہ تربیت گاہ کا انعقاد کیا گیا۔ سات دن پر محیط یہ تربیت گاہ مورخہ 17 جولائی بروز ہفتہ' بعد از نماز عصر شروع ہوئی اور 23 جولائی بروز جمعہ اختتام پذیر ہوئی۔

تربیت گاہ میں شرکت کرنے والے رفقاء کی تعداد 58' جبکہ احباب کی تعداد 17 تھی۔
تربیت گاہ کا آغاز ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب کے خیر مقدمی کلمات سے ہوا۔ اور بعد ازاں شرکاء سے ایک مختصر سا تعارف حاصل کیا گیا۔ چونکہ ان تربیت گاہوں کا بنیادی مقصد نئے رفقاء کو دین کی روح کاملہ اور تنظیم کی فکری اساس اور نظام العمل سے متعارف کرانا ہے' تاہم اسی مقصد کے حصول کے لئے ایک نہایت جامع نظام الاوقات ترتیب دیا گیا۔

روز کے معمولات میں دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوتا جس کے بعد رفقاء کو مسنون اذکار اور ادعیہ کی تعلیم دی جاتی۔ ساتھ ساتھ نماز کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا اور مسائل طہارت و نماز پر بھی روشنی ڈالی جاتی' بعد از نماز فجر درس قرآن کی ایک نشست رکھی جاتی جس میں مدرسین (شاہد اسلم صاحب' رحمت اللہ بٹر صاحب) قرآن حکیم کی چند منتخب آیات کی تلاوت و ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے۔ اس کے بعد 8:30 تا 1:00 متعدد کلاسز کرائی جاتیں' جن میں دین کے انفرادی و اجتماعی گوشوں کا ایک جامع و مانع تصور پیش کیا جاتا اور ساتھ ہی تنظیم سے تعارف بھی کرایا گیا۔ ان کلاسز میں بیان کردہ عنوانات اور مدرسین حضرات کے نام کچھ یوں ہیں:

علاوہ ازیں تنظیم اسلامی کی اساس کی وضاحت کے لئے ایک مذاکرے کا اہتمام کیا گیا۔ اس مفصل مذاکرے کے ذریعے سے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے قرارداد تاسیس کے نکات کی فی الکلیہ وضاحت کی۔ گویا ہم مبتدی رفقاء تنظیم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر آئے۔

مختصراً تربیت گاہوں کا یہ سلسلہ انتہائی مفید ہے' کہ اس کی وجہ سے عبادت کا شغف' دین کی اخلاقی تعلیم اور معاملات کی اہمیت سے صرف آگاہ کیا جاتا ہے بلکہ عملی تربیت کا موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔ مزید برآں' مسجد کا پاکیزہ اور ایمان افزا ماحول ان اعمال میں مدد و معاون ہوتا ہے۔ لہٰذا' وہ مبتدی رفقاء جو ابھی تک اس تربیت گاہ میں شمولیت حاصل نہیں کر سکے' ان کے لئے میرا مشورہ ہے کہ وہ جلد از جلد ان مواقع سے استفادہ حاصل کریں۔ (رپورٹ: شعیب احمد)

بشکریہ قرآن اکیڈمی لاہور

تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ عمر کے لحاظ سے شاید بہت کم ہے لیکن مہارت کے لحاظ سے مناسب اس تنظیم نے سب سے پہلے حافظ زبیر صاحب کی شکل میں قرآن اکیڈمی کو ایک ہیرا دیا۔ جس نے اس ہیرے کی نوک پلک سنوار کر جامعہ مدینہ لاہور کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد دوسری دفعہ حافظ شفیق صاحب کی صورت میں دیا' جنہوں نے نقیب اسرہ جڑانوالہ میں تنظیم اسلامی کے ہراول دستے کی بنیاد رکھی۔

تیسری دفعہ محمد طاہر صاحب (خ) کو اب جو کہ حافظ بھی نہیں تھے اور تعلیم بھی میٹرک تھی۔

بخدمت گرامی جناب حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

تنظیم اسلامی میر پور کی ماہانہ میٹنگ آج 15 اگست اتوار دس بجے دن ''جناح سکالرز ان'' میر پور میں منعقد ہوئی۔ مندرجہ ذیل قراردادِ تعزیت پاس ہوئی۔ ''تنظیم اسلامی میر پور' بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے برادرِ بزرگ اظہار احمد مرحوم اور بانی تنظیم کی ہمشیرہ محترمہ کی وفات حسرتِ آیات پر اظہارِ تعزیت پیش کرتے ہوئے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی گئی اور مرحومین کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کئے جانے کی دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہر دو مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم سے نوازے!

تنظیم اسلامی میر پور (حلقہ پنجاب شمالی)

قرآن اکیڈمی کے حوالے کیا۔ جنہوں نے ایک سالہ محنت وجدوجہد کے بعد یہ ہیرا واپس ہمیں لوٹا دیا۔ جس کے لئے ہم ان کے لئے دعا گو ہیں اور تہہ دل سے ممنون بھی ہیں۔

اس ہیرے کا احساس بھی ہمیں ان کی واپسی کے فوراً بعد جناب عبدالقیوم صاحب اور نیاز صاحب نے بھی دلایا جو کہ ایک تنظیمی امور کی تکمیل کے لئے پنڈی گھیپ تشریف لائے تھے۔ اللہ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

مقامی مسجد کانگے والی میں جو کہ آراستہ و پیراستہ مسجد ہے اور رئیس اعظم پنڈی گھیپ ملک نثار علی خان مرحوم کے گھر سے صرف 100 گز کے فاصلے پر ہے۔ نیز محلہ مالکان پنڈی گھیپ کے پہلو میں ہے' میں درس قرآن مستقبل بنیادوں پر ہر جمعہ کو بعد از نماز مغرب شروع کیا گیا ہے' جس کے مقرر ہیں محمد طاہر صاحب فارغ التحصیل ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس۔

پہلا درس سورۃ العصر کے حوالے سے دیا گیا۔ جو کہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا اور لوگوں کو انفرادیت محسوس ہوئی اور انہوں نے اس کا اظہار زبانی طور پر بھی کیا اور ادارہ کے بارے میں معلومات بھی حاصل کیں۔

اس درس میں تیس افراد شریک ہوئے۔ دوسرے درس میں آیت بر کا ایک حصہ اور اس سے اگلے درس میں آیت بر مکمل بیان کی گئی۔ رفقاء بھی ان کی طرز ادائیگی اور معلومات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور بلاشبہ یہ کریڈٹ قرآن اکیڈمی لاہور ہی کو جاتا ہے۔ جس کے لئے شکریہ کے الفاظ بہت کم ہیں۔ ان پروگراموں میں شرکاء کی تعداد تیس سے چالیس رہی۔

اس کے علاوہ دفتر تنظیم اسلامی پنڈی گھیپ میں عربی گرائمر کلاس کا اجراء بھی کیا گیا ہے۔ جس کے معلم بھی محمد طاہر صاحب ہیں اور یہ ہفتے میں تین دن یعنی پیر' منگل اور بدھ کو ہوگی۔ اب تک صرف ایک ہفتہ گزرا ہے۔ اس میں حاضری قابل رشک نہیں ہے اور صرف آٹھ افراد ہی داخلے لے سکیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں لوگ اس طرف بھی رجوع کریں۔ (رپورٹ: قاضی محمد طاہر)

شب بسری تنظیم اسلامی ایبٹ آباد

31 جولائی 2004ء کو تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام شب بسری کا انعقاد ہوا۔ شب بسری کا آغاز بعد نماز مغرب محمد سلطان صاحب کے درس سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی آیات کے حوالے سے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اجاگر کی اور اپنی صلاحیتیں' اوقات اور مال اللہ کی راہ میں کھپانے کی ترغیب دلائی۔ 10 رفقاء واحباب درس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد طعام کا وقفہ ہوا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد محلّہ نظامی میں عبدالرحمٰن صاحب نے سورۃ حم السجدہ کی منتخب آیات کا درس دیا۔ انہوں نے استقامت کا مفہوم اور اس کی اہمیت اور اس کا اجر عمدہ انداز میں بیان کیا۔ 15 رفقاء واحباب درس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ تھا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد ناظم تربیت نے تجوید کی کلاس لی۔ ناشتے کے بعد ''یاد دہانی حدیث'' کا پروگرام تھا۔ جس میں ناظم تربیت نے رفقاء کو ایک حدیث بمعہ حوالہ یاد کروائی۔ بعد ازاں راقم نے فرائض دینی میں سے دوسرا فریضہ بیان کیا۔ پھر اس پر تمام رفقاء نے مختصراً گفتگو کی۔ اس کے بعد راقم نے ''فکر آخرت'' کے موضوع پر

ضرورت رشتہ

سید (سنی) خاندان کی شرعی پردے کی حامل' 24 سالہ' دراز قد' خوش شکل ایم اے انگریزی' بچی کے لئے ہم پلہ' اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: ایس ایم حسین' فون: 0432-261403_0333-862175

پنجابی فیملی سے تعلق ایم ایس سی' کالج میں لیکچرار' کے لئے تعلیم یافتہ برسرروزگار کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: کراچی' 0333-212240

اردو بولنے والے ایک رفیق تنظیم اسلامی کی صاحبزادی' عمر 23 سال تعلیم بی اے پابند صوم وصلوٰۃ اور امور خانہ داری میں ماہر کے لئے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: محمد نسیم الدین' امیر حلقہ سندھ زیریں۔ فون: (021)4994247

گفتگو کی۔ پھر ناظم تربیت نے کتاب ''مسلمان امت ۔ ماضی' حال اور مستقبل'' میں سے باب دوم کا مطالعہ کروایا۔ اس کے بعد ندیم اعوان صاحب نے ''مریض کی عیادت کے آداب'' بیان کئے۔ آخر میں پروگرام کو بہتر بنانے کے لئے مشورے دیئے گئے۔

(مرتب اسد قیوم)

امیر تنظیم اسلامی جار باجوڑ کی دعوتی مہم برائے دینی مدارس

امیر تنظیم جار باجوڑ جناب حاجی گل رحمٰن صاحب نے جولائی کے مہینہ میں مختلف دینی مدارس کا دورہ کیا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور طلبہ سے خطاب کیا۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

منگل 6 جولائی 2004ء کو دارالعلوم میاں کلے جندول (دیر) کا دورہ کیا۔ تقریباً 80 طلبہ اور 15 اساتذہ کو بورڈ کے ذریعے ''دین ومذہب کا فرق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

جمعہ 9 جولائی 2004ء کو ''دارالعلوم تعلیم القرآن'' لغڑے ماموند باجوڑ کا دورکیا۔ طلبہ اور اساتذہ کو ''دین ومذہب'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

جمعرات 15 جولائی 2004ء کو موصوف نے ''مدرس تعلیم القرآن عمرے باجوڑ'' کا دورہ کیا۔ تقریباً 40 طلبہ اور اساتذہ کو ''دین ومذہب کے فرق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

ہمیں امید ہے کہ ان خطابات سے دینی مدارس اور تنظیم کے درمیان بہتر ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

(رپورٹ: محمد سعید' معتمد تنظیم اسلامی' جار باجوڑ ایجنسی)

دعائے مغفرت

☆ ابوظہبی سے واپس آنے والے حلقہ گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق حاجی محمد اکبر جن کا تعلق گجرات (درپکڑی) سے ہے۔ قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

☆ ملتزم رفیق اقتدار احمد خان صاحب (نقیب اسرہ خضدار) کے سسر کراچی میں پچھلے دنوں انتقال فرماگئے ہیں۔

☆ ملتزم رفیق اورنگ زیب صاحب کی والدہ کوئٹہ میں پچھلے دنوں انتقال فرما گئی ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی کراچی محمد رفیع خان صاحب کی ہمشیرہ انتقال کرگئی ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی' کراچی شاہد حفیظ چودھری صاحب کے والد بقضائے الٰہی 21 اگست بروز ہفتہ انتقال کرگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں' برزخ کی زندگی ان پر آسان فرمائیں۔ آخرت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

اعلان داخلہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران وسرپرست **ڈاکٹر اسرار احمد**

☆ بی اے سال اول میں داخلوں کا آغاز ہو گیا ہے۔

☆ ایف اے، آئی سی ایس، آئی کام، جنرل سائنس گروپ میں لیٹ فیس کے ساتھ داخلے ابھی جاری ہیں۔

☆ جدید سہولیات سے آراستہ ہاسٹل کی سہولت موجود ہے۔

بورڈ اور یونیورسٹی کی معیاری نصابی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا جامع پروگرام

☆ سنجیدہ و باوقار ماحول ☆ شاندار عمارت ☆ قابل اور محنتی سٹاف

اظہارِ تشکر

لاہور بورڈ کے انٹرمیڈیٹ فائنل کے حالیہ امتحان میں **شاندار کارکردگی** پر ہم تہہ دل سے **اللہ کا شکر** ادا کرتے ہیں، جس کی توفیق سے کالج ہذا کے ایک ہونہار طالب علم **حامد سجاد** نے لاہور بورڈ میں آرٹس گروپ میں **828** نمبر لے کر تیسری پوزیشن حاصل کی، جبکہ ایک اور ذہین طالب علم **حسین عاکف** نے اسی گروپ میں **814** نمبر لے کر امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی

جبکہ کالج کا مجموعی رزلٹ 88 فیصد رہا

برائے رابطہ: **پرنسپل قرآن کالج**

191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5833637

Email: college@tanzeem.org

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

☆ واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ پیش نظر یہ ہے کہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں، انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے ــــــ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

☆ کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہو گا اور کورس کا دورانیہ نو ماہ ہو گا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل، طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے، درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 03-5869501) courses@tanzeem.org

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 33

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: Abidjan@tanzeem.org)

The Worst Ever Theology

Our continued silence over the daily death of hundreds of Iraqis at the hands of occupation forces in Iraq and tens of Palestinians in occupied Arab territories by Israeli forces is outright criminal.

Radicalism, fanaticism and fundamentalism are the terms exclusively used for religions such as Islam, Christianity and Judaism. But the worst form of fanaticism that we witness today is of the American domination theology, which is even worse than a cult.

No religion, no matter how it is exploited by extremists, and misinterpreted by fanatics teaches all that the US is demonstrating these days.

With the bipartisan 9/11 Commission's declaration of a war on Islamic ideology; Bush and Kerry's equal resolve to supporting Israel, their joint commitment to making all US occupations a success, and with the globalization of America's terrorism, it is becoming increasingly absurd to ascribe the global threat to a fanatic fringe, called neo-cons.

Americans who note that America is bastion of democracy and country of peace and tolerance are right, but only in a narrow bookish sense which hides the facts that America's foundations lie in the genocide of natives and 100 Years of Lynchings. [1]

Other than that, the history of US invading and terrorizing other states, carving state territories from other's land and imposing its hegemony dates as back to the day when America came into existence. [2]

American foreign policy does indeed permit freedom to both its friends and foes. But the prerequisite for American tolerance is America's rule. Even its relations with Europe, NATO and its closest allies, the contemporary world's much vaunted "international community," is premised on the primacy of American dominance.

Like a religion, Americanism has become a universal faith that envisions the ultimate transformation of the world in America's image. But unlike large parts of the Muslim and the rest of the Christian world in our time, America has been inching away from religious pluralism based on the equality of faiths.

For America, historical experience reinforces domination theology. America is the only worldly power which boasts to have won two World Wars, defeated an arch global power and many of its leaders lived to see nothing but the triumph of their "invincible" America. Because America knows power from its very inception, many Americans come to see dominance as their birthright.

Undoubtedly, until the recent past, America proved capable of magnanimity toward its Muslim subjects. But it hasn't proved its capacity for equality in its quest for dominance abroad. For America, only two options exist: to dominate or be dominated.

The continued support to Israel to continue its domination and terror machine against Palestinian is the most extreme form of that mind-set. The goal of terrorist policy makers in Washington is not supporting Israel for the sake of Israel, Jews or Judaism, but for using Israel to dominate the whole Middle East. It is another matter that in the process Israel is destined to replace the US as the Ruling Global State in the near future.

Contrary to the American theology for domination, Islam and other faiths do not reinforce religious exclusivity at all costs. They do not propose wiping out whole populations to impose their values on subjects. None of the religions suggests to hold people from living by other religions or to exterminate them until they submit to its values. Contrary to the much criticized fundamentalism ad associated with religions, the US domination theology is far worse as it demands total submission to the values espoused by American "intellectual," political and military war lords.

America's challenge is to balance its vision of itself as a moral leader — the ultimate model of goodness — that dominates the world with a humility that concedes the need for restraint in a world threatened with nuclear destruction.

Humility is a profound trait in the values the American government parades before the world every day. More than most states, America claims to inculcate in Americans a frank acknowledgment of need to respect others' freedom and human rights. Americans live with a constant awareness that what the US stands for is in the ultimate good of the humanity.

The dark side of that awareness is the demonic phenomenon of the invasions, occupations and conversion of local populations to the values America espouse at any cost. But at its best, the Americans' ability to accept deaths and destructions elsewhere, believing that it leads to civilizing the uncivilized, is self-destructive.

Those who want us to believe that the American invasions and occupations abroad and curtailing civil liberties at home are merely the work of a frustrated Neo-con fringe and a few bigots like Pipes are weakening the world's ability to recognize the scope of the threat and to defend itself from a new totalitarian onslaught.

But those who label The United States of America as inherently violent and intolerant are denying its capacity for spiritual growth. And they are abandoning those still-rare but extraordinarily courageous voices within America struggling for exposing the truth and calling for accountability of the tyrants at the top.

Winning this war, then, requires a two-pronged approach. First, the rest of the world must respond to the American aggression without sentimentality or self-recrimination. At the same time, we must support those who are struggling to help correct the US theology of domination so that it can become a crucial shaper of, at least, its own civilization.

The world has two options: a) openly reject the US and Israeli theology of domination, declare all resistance justified, demand and work for ending American and Israeli occupations as soon as possible, or b) openly embrace this theology of American domination and provide the US as much military and moral support as necessary to eliminate all resistance in the shortest possible time, even if it makes the world break all records of former holocausts. After all it would be a war against "evil" and eliminating evil is neither a crime, nor a sin.

If we don't have the guts to do either, our silence is as criminal as the behavior, words and deeds of the American war lords and occupation troops.